An International Literary Urdu Magazine Globally Circulated

ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل

لندن

شمارہ:104 ماہ اگست 2021ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL

103 Peterborough Road Carshalton SM5 1EE London

(M) 0044-7886-304637 (R) 02086482560

www.qindeel-e-adub.co.uk, ranarazzaq52@gmail.com

لندن سے شائع ہونے والا میدانِ ادب کا واحد کثیر الاشاعت بین الاقوامی اردو میگزین

लंदन से सबसे अधिक प्रकाशित होने वाला उर्दू अदका मात्र अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन

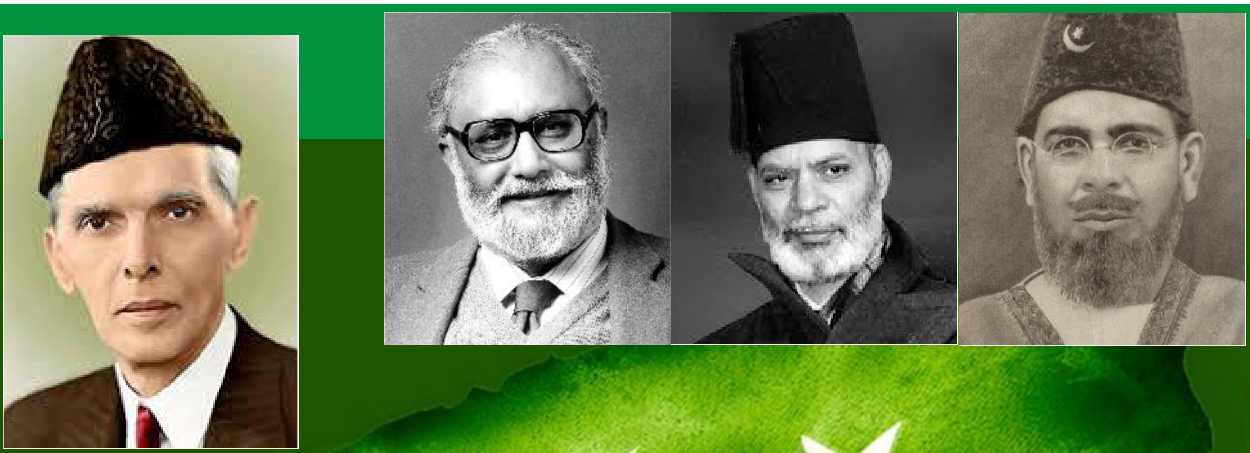

Earlsfield Properties

Professional Residential
Property Management
Services

We will manage your
property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✔ Member National Landlord Association
- ✔ Member Deposit Portection Schemes
- ✔ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✔ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✔ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

نائب مدیر: مبشر شہزاد، گلاسگو

اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

تمام دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی شعری و نثری تخلیقات اور ادبی پروگرامز کی رپورٹیں وغیرہ برائے اشاعت بصورت ''اِن پیج اردو'' فائلز مع تصاویر ای میل سے روانہ فرمائیں۔ '' قندیل ادب انٹرنیشنل'' بیسیوں ممالک میں لاکھوں اردو قارئین کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔میگزین کے مندرجات پر آپ کی رائے یا مختصر تبصرے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔مضامین کے ساتھ ضروری حوالہ جات آپ کے مضامین کی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔آپ کی بھیجی ہوئی تمام تصاویر وغیرہ '' کاپی رائٹ فری'' ہونی چاہئیں۔شکریہ

IMPORTANT ANNOUNCEMENT

"Qindeel-e-Adab International" magazine is a non-commercial and non-profit e-product, as well as on paper, internationally distributed free of cost for the promotion of bi-lingual poetry, fiction, informative multi purpose interesting articles etc in Urdu alphabet in the UK and Europe under the sole ownership of its Chief Editor Abdul Razzaq Khan of the address as stated elsewhere within this magazine for delivery of documents.

The magazine and the contents herein DO NOT relate to a political, religious or a social group whatsoever. The Editor does not necessarily agree with the opinions expressed by the article writers, poets etc..

Although the e-magazine is FREE OF COST to all, yet for ON PAPER copies of the magazine we do expect a reasonable amount of donation to cover the costs of printing, postage and packing for all countries as stated

Chief Editor

فہرست مضامین

آہ فلسطین۔	صالح اِچھا	4

****

تمثیلہ لطیف

میں اپنی آنکھ کو رستوں کے ایسے منظروں میں چھوڑ آئی ہوں
جہاں پر آگہی منظر میں ایسے رنگ بھرتی ہے
کہ جیسے آئینے کے سامنے دلہن سنورتی ہے
جہاں سورج کا منظر آنکھ کے روشن ستاروں کو جگاتا ہے
کوئی رستہ بلاتا ہے جہاں روشن تجلی باب حکمت کھول دیتی ہے
جہاں پر معجزے اور عاشقی ہاتھوں میں ڈالے ہاتھ بیٹھے ہیں
محبت اس قدر ہے کہ مکمل ساتھ بیٹھے ہیں
جہاں پر آسمانی سلطنت کے تخت پر بیٹھی سعادت رشد
روشن آگ میں کینہ جلاتی ہے
مجھے آواز دیتی ہے مجھے پل پل بلاتی ہے
مرے اندر کسی طاقت کی جب تکمیل ہوتی ہے
کسی ہاری ہوئی ساعت کی تب تحلیل ہوتی ہے
میں اپنی آنکھ کو رستے کے ایسے منظروں میں چھوڑ آئی ہوں
جہاں پر گردش دوری جنم دیتی ہے قالب کو
جہاں نیکی برائی رُوبرو ہوکر
ابد تک جنگ لڑتی ہیں
جہاں بھٹکے ہوئے دل آج بھی افراط اور ظاہر پرستی کی
جلاتی دھوپ میں روتے بلکتے ہیں
کبھی دامن پکڑتے ہیں کبھی دامن جھٹکتے ہیں
جہاں پر استقامت اپنے سینے پر کئی تمغے سجاتی ہے
صداقت مسکراتی ہے
ہدایت جم کے منبر پر کھڑی اعلان کرتی ہے
سنو! یہ صدق اور توحید کے دن ہیں
کفایت رسمی ایماں پر کہاں برداشت اب ہوگی
ضیافت کے لئے آتش ہی حاضر ہے
تعصب آنکھ کی دہلیز پر رکھ کر یہ کہتے ہو
یقیں کا ہاتھ تھامیں گے
بیاباں میں سفر کرتے ہوئے سوچو
تمھاری روح پیاسی ہے
نہ روٹی ہے نہ پانی ہے
کوئی فرضی سا قصہ تو نہیں سچی کہانی ہے
کہ پر آشوب طوفاں سے تمھاری جاں بچانی ہے
تمھاری جاں بچانی ہے

اعلان — ماہانہ قندیل ادب انٹرنیشنل میگزین کا سالانہ چندہ 25 برطانوی پونڈ ہے۔ اگر کسی کو گھر پر بذریعہ ڈاک ارسال کرنا پڑے تو 35 پونڈ سالانہ ہے۔ نیچے دیئے گئے اکاؤنٹ میں سالانہ چندہ کی ادائیگی فرمائیں۔ جزاکم اللہ

رانا عبدالرزاق خان لندن
HSBC London UK, A/C 04726979 Sort Code 400500
(M) 0044-7886-304637, 02089449385

عامرؔ یوسف لاہور پاکستان

سایہ دیوار پہ در برہنہ سر آیا ہے
پھول کھلتے ہیں تو گلزار بنا دیتے ہیں
آگ میں جل کے ہی یہ دستِ ہنر آیا ہے
خود کو پر خون کرو چاکِ گریباں کر لو
دیکھنا کون سرِ راہگزر آیا ہے
دامنِ ہجر میں اک حشر تماشا کیوں ہے
اک نظر دیکھو کوئی دور نظر آیا ہے
صبح کے ساتھ لرزتی ہوئی شبنم کی طرح
حسن وابستگیِ نیرنگ نظر آیا ہے
غم بہ دل مہر مچلتا نگہِ شب کا جنوں
عشق وارفتگی میں دیدہِ تر آیا ہے
ایسے عامرؔ نہیں ہم جاں سے گزرنے والے
رہِ پر خون میں پتھر کا جگر آیا ہے

سُرور بارہ بنکوی

یہی نہیں کہ مرا دل ہی میرے بس میں نہ تھا
جو تُو ملا تو میں خود اپنی دسترس میں نہ تھا
بہ نامِ عہدِ رفاقت بھی ہم قدم نہ ہوا
یہ حوصلہ مرے معصوم ہم نفس میں نہ تھا
عجیب سحر کا عالم تھا آس کی قربت کی
وہ میرے پاس تھا اور میری دسترس میں نہ تھا
نہ جانے قافلہ اہلِ دل پہ کیا گزری
یہ اضطراب کبھی نالہ جرس میں نہ تھا
خبر تو ہو گی تجھے تیرے جاں نثاروں میں
کوئی تو تھا سرِ مقتل جو پیش و پس میں نہ تھا
سُرورؔ اپنے چمن کی فضا ہے کیا کہئے
سکوت کا تو وہ عالم ہے جو قفس میں نہ تھا

رفعت سلطان

اگر قدم ترے میکش کا لڑکھڑا جائے
تو شمعِ میکدہ کی لو بھی تھر تھرا جائے
اب اس مقام پہ لائی ہے زندگی مجھ کو
کہ چاہتا ہوں، تجھے بھی بھلا دیا جائے
مجھے بھی یوں تو بڑی آرزو ہے جینے کی
مگر سوال یہ ہے کس طرح جیا جائے
غمِ حیات سے اتنی بھی ہے کہاں فرصت
کہ تیری یاد میں جی بھر کے رو لیا جائے
اُنہیں بھی بھول چکا ہوں میں اے غمِ دوراں !
اب اس کے بعد بتا، اور کیا کیا جائے
نہ جانے اب یہ مجھے کیوں خیال آتا ہے
کہ اپنے حال پہ بے ساختہ ہنسا جائے
گریز عشق سے لازم سہی مگر رفعتؔ
جو دل ہی بات نہ مانے تو کیا کیا جائے

خاطر غزنوی

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا، کچھ لوگ پہچانے گئے
گرمیِ محفل فقط اک نعرہ مستانہ ہے
اور وہ خوش ہیں کہ اس محفل سے دیوانے گئے
میں اسے شہرت کہوں یا اپنی رسوائی کہوں
مجھ سے پہلے ،اس گلی میں میرے افسانے گئے
یوں تو وہ میری رگِ جاں سے بھی تھے نزدیک تر
آنسوؤں کی دھند میں لیکن نہ پہچانے گئے
وحشتیں کچھ اس طرح اپنا مقدر ہو گئیں
ہم جہاں پہنچے ،ہمارے ساتھ ویرانے گئے
اب بھی ان یادوں کی خوشبو ذہن میں محفوظ ہے
بارہا ہم جن سے گلزاروں کو مہکانے گئے
کیا قیامت ہے کہ خاطر کشتہ شب بھی تھے ہم
صبح بھی آئی ...

احمد ندیم قاسمی

سانس لینا بھی سزا لگتا ہے
اب تو مرنا بھی روا لگتا ہے
کوہِ غم پر سے جو دیکھوں تو مجھے
دشتِ آغوشِ فنا لگتا ہے
سرِ بازار ہے یاروں کی تلاش
جو گزرتا ہے خفا لگتا ہے
مسکراتا ہے جو اس عالم میں
بخدا مجھ کو خُدا لگتا ہے
نطق کا ساتھ نہیں دیتا ذہن
شکر کرتا ہوں، گلہ لگتا ہے
اتنا مانوس ہوں سنّاٹے سے
کوئی بولے تو بُرا لگتا ہے
اس قدر تُند ہے رفتارِ حیات
وقت بھی رشتہ بپا لگتا ہے

ناصر کاظمی

کچھ یادگارِ شہرِ ستمگر ہی لے چلیں
آئے ہیں اس گلی میں تو پتھر ہی لے چلیں
یوں کس طرح کٹے گا کڑی دھوپ کا سفر
سر پر خیالِ یار کی چادر ہی لے چلیں
رنجِ سفر کی کوئی نشانی تو پاس ہو
تھوڑی سی خاکِ کوچہ دلبر ہی لے چلیں
یہ کہہ کے چھیڑتی ہے ہمیں دل گرفتگی
گھبرا گئے ہیں آپ تو باہر ہی لے چلیں
اس شہرِ بے چراغ میں جائیگی تُو کہاں
آاے شبِ فراق، تجھے گھر ہی لے چلیں

محسن احسان

صُوفیِ شہر مرے حق میں دعا کیا کرتا
خود تھا محتاجِ عطا مجھ کو عطا کیا کرتا
اپنی آواز کے سنّاٹے سے ہول آتا تھا
میں بیابانِ تمنّا میں صدا کیا کرتا
سانس لیتے ہوئے، سینے میں جلن ہوتی ہے
میں ترے شہر کی شاداب فضا کیا کرتا
محتسب جُرم مرا دیکھ کے خاموش رہا
خود خطا کار تھا، احکامِ سزا کیا کرتا
اس فضا میں تو فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں
میں یہاں جُراتِ پرواز بھلا کیا کرتا
میں لٹا کر بھی متاعِ دل و دیدہ خوش ہوں
مجھ سے رہبر گلہ مہرو وفا کیا کرتا
رفعتِ دار بھی چھُولی تری خاطر میں نے
منکرِ عہدِ وفا اور! کیا کرتا

تم نے تو چھین لی مجھ سے مری گو یائی بھی
میں تو اک کا غذِ آتش زدہ تھا کیا کرتا
اب نہ وہ کشت ہی باقی ہے نہ وہ حاصلِ کشت
اور اس دل کا زیاں سیلِ بلا کیا کرتا
خود فراموشی کے صحراؤں میں گُم تھا محسنؔ
کوئی اس بے خبرِ جاں سے گلہ کیا کرتا

شہزاد احمد

نہ سہی کچھ مگر اتنا تو کیا کرتے تھے
وہ مجھے دیکھ کے پہچان لیا کرتے تھے
آخرِ کا ر ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ ہر بات پر اصرار کیا کرتے تھے
خاک ہیں اب تری گلیوں کے وہ عزّت والے
جو ترے شہر کا نہ پیا کرتے تھے
اب تو انسان کی عظمت بھی کوئی چیز نہیں
لوگ پتھر کو خدا مان لیا کرتے تھے
دوستو! اب مجھے گردن زدنی کہتے ہو
تم وہی ہو کہ مرے زخم سِیا کرتے تھے
ظلم کرتے ہو مگر اُف نہیں کرنے دیتے
تم سے اچھے کہ تڑپنے تو دیا کرتے تھے
ہم جو دستک کبھی دیتے تھے صبا کی مانند
آپ دروازہ دل کھول دیا کرتے تھے
اب تو شہزادؔ ستاروں پہ لگی ہیں نظریں
کبھی ہم لوگ بھی مٹی میں جیا کرتے تھے

ساقی فاروقی

وہ دُکھ جو سوئے ہوئے ہیں، انہیں جگادوں گا
میں آنسوؤں سے ہمیشہ ترا پتہ دوں گا

بُجھے لبوں پہ ہے بوسوں کی راکھ بکھری ہوئی
میں اس بہار میں یہ راکھ بھی اُڑا دوں گا
ہَوا ہے تیز مگر اپنا دل نہ مَیلا کر
میں اس ہَوا میں تجھے دور تک صدا دوں گا
مری صدا پہ نہ برسیں اگر تری آنکھیں
تو حرف وصوت کے سارے دیئے بُجھا دوں گا
جو اہلِ ہجر میں ہوتی ہے ایک دید کی رسم
تری تلاش میں وہ رسم بھی اُٹھا دوں گا
وہ ایک لمحہ جسے کھو دیا محبت نے
اُسے تلاش کروں گا، تجھے بُھلا دوں گا
و ہ لفظ ہاتھ نے لکھے ہیں جو نہ لکھنے تھے
میں اس خطا پہ اسے عمر بھر سزا دوں گا

مظفر وارثی

کیا بھلا مجھ کو پرکھنے کا نتیجہ نکلا
زخمِ دل آپ کی نظروں سے بھی گہرا نکلا
تشنگی جم گئی پتھر کی طرح ہونٹوں پر
ڈوب کر بھی ترے دریا سے میں پیاسا نکلا
جب کبھی تجھ کو پکارا مری تنہائی نے
بُو اُڑی پھول سے تصویر سے سایا نکلا
کوئی ملتا ہے تو اب اپنا پتہ پوچھتا ہوں
میں تری کھوج میں تجھ سے بھی پرے جا نکلا
توڑ کر دیکھ لیا آئینہ دل تُو نے
تیری صورت کے سوا، اور بتا کیا نکلا
مجھے سے چُھپتا ہی رہا تُو مجھے آنکھیں دے کر
میں ہی پردہ تھا، اٹھائیں تو تماشا نکلا
نظر آیا تھا سرِبام مظفّر کوئی
پہنچا دیوار کے نزدیک تو سایا نکلا

کشور ناہید

میں نظر آؤں ہر اک سمت، جدھر سے چاہوں
یہ گواہی میں ہر اک آئینہ گر سے چاہوں
میں ترا رنگ ہر اک مطلعِ در سے مانگوں
میں ترا سایہ ہر اک راہ گزر سے چاہوں
صحبتیں خوب ہیں خوش وقتیِ غم کی خاطر
کوئی ایسا ہو جسے جان و جگر سے چاہوں
میں بدل ڈالوں وفاؤں کی جنوں سامانی
میں اُسے چاہوں تو خود اپنی خبر سے چاہوں
آنکھ جب تک ہے، نظارے کی طلب ہے باقی
تیری خوشبو کو میں کس ذوقِ نظر سے چاہوں
گھر کے دھندے کہ نمٹتے ہی نہیں ہیں ناہیدؔ
میں نکلنا بھی اگر شام کو گھر سے چاہوں

عبید اللہ علیم

محبتوں کے یہ دریا اُتر نہ جائیں کہیں
جو دل گلاب ہیں زخموں سے بھر نہ جائیں کہیں
ابھی تو وعدہ و پیماں ہیں اور یہ حال اپنا
وصال ہو تو خوشی سے ہی مر نہ جائیں کہیں
یہ رنگ چہرے کے اور خواب اپنی آنکھوں کے
ہَوا چلے کوئی ایسی بکھر نہ جائیں کہیں
جھلک رہا ہے جن آنکھوں سے اب وجود مرا
یہ آنکھیں ہائے یہ آنکھیں مکر نہ جائیں کہیں
پکارتی ہی نہ رہ جائے یہ زمیں پیاسی
برسنے والے یہ بادل گزر نہ جائیں کہیں
نڈھال اہلِ طرب ہیں کہ اھلِ گلشن کے
بُجھے بُجھے سے یہ چہرے سنور نہ جائیں کہیں
فضائے شہر عقیدوں کی دھند میں ہے اسیر
نکل کے گھر سے اب اہلِ نظر نہ جائیں کہیں

شہریار

شمعِ دل، شمعِ تمنّا نہ جلا ،مان بھی جا
تیز آندھی ہے مخالف ہے ہوا ،مان بھی جا
ایسی دنیا میں جنوں، ایسے زمانے میں وفا
اس طرح خود کو تماشا نہ بنا ،مان بھی جا
کب تلک ساتھ ترا دیں گے یہ دھندلے سائے
دیکھ نادان نہ بن ،ہوش میں آمان بھی جا
زندگی میں ابھی خوشیاں بھی ہیں رعنائی بھی
زندگی سے ابھی دامن نہ چھڑا، مان بھی جا
شہر پھر شہر ہے، یاں جی تو بہل جاتا ہے
شہر کو چھوڑ کے صحرا کو نہ جا مان بھی جا

بشیر بدر

نہ جی بھر کے دیکھا نہ کچھ بات کی
بڑی آرزو تھی ملا قات کی
شبِ ہجر تک کو یہ تشویش ہے
مسافر نے جانے کہاں رات کی
مقدر مری چشمِ پُر آب کا
برستی ہوئی رات برسات کی
اُجالوں کی پریاں نہانے لگیں
ندی گنگنائی خیالات کی
میں چُپ تھا تو چلتی ہوا رُک گئی
زباں سب سمجھتے ہیں جذبات کی
کئی سال سے کچھ خبر ہی نہیں
کہاں دن گزارا کہاں رات کی

اقبال ساجد

غار سے سنگ ہٹایا تو وہ خالی نکلا
کسی قیدی کا نہ کردار مثالی نکلا
چڑھتے سورج نے ہر اک ہاتھ میں کشکول دیا
صبح ہوتے ہی ہر اک گھر سے سوالی نکلا
سب کی شکلوں میں تری شکل نظر آئی مجھے
قرعہ فال مرے نام پہ گالی نکلا
راس آئے مجھے مرجھائے ہوئے زرد گلاب
غم کا پَر تو مرے چہرے کی بحالی نکلا
کٹ گیا جسم مگر سائے تو محفوظ رہے
میرا شیرازہ بکھر کر بھی مثالی نکلا
رات جب گزری تو پھر صبح حنا رنگ ہوئی
آسماں جاگی ہوئی آنکھ کی لالی نکلا
رات مجھ سے بھی تو ہر گھر کے در و بام سجے
چاند کی طرح مرا عکس خیالی نکلا
تخت خالی ہی رہا دل کا ہمیشہ ساجدؔ
اس ریاست کا تو کوئی بھی نہ والی نکلا

امجد اسلام امجد

دامِ خوشبو میں گرفتار صبا ہے کب سے
لفظ اظہار کی اُلجھن میں پڑا ہے کب سے
اے کڑی چُپ کے در و بام سجانے والے
منتظر کوئی سرِ کوہِ ندا ہے کب سے
کور چشموں کے لیے آئینہ خانہ معلوم!
ورنہ ہر ذرہ ترا عکس نما ہے کب سے
دیکھئے ،خون کی برسات کہاں ہوتی ہے
شہر پر چھائی ہوئی سرخ گھٹا ہے کب سے

چاند بھی میری طرح حسن شناسا نکلا
اس کی دیوار پہ حیران کھڑا ہے کب سے
بات کرتا ہوں تو لفظوں سے مہک آتی ہے
کوئی انفاس کے پردے میں چھپا ہے کب سے

ساغر صدیقی

ہے دعا یاد مگر حرفِ دعا یاد نہیں
میرے نغمات کو اندازِ نوا یاد نہیں
ہم نے جن کے لیے راہوں میں بچھایا تھا لہو
ہم سے کہتے ہیں وہی عہدِ وفا یاد نہیں
زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جُرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں
میں نے پلکوں سے درِ یار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں
کیسے بھر آئیں سرِ شام کسی کی آنکھیں
کیسے تھرّائی ستاروں کی ضیا یاد نہیں
صرف دُھندلائے ستاروں کی چمک دیکھی ہے
کب ہوا کون ہوا مجھ سے خفا یاد نہیں
آؤ اک سجدہ کریں عالمِ مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغرؔ کو خدا یاد نہیں

احمد فراز

قُربتوں میں بھی جُدائی کے زمانے مانگے
دل وہ... کہ رونے کے بہانے مانگے
ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے
یہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کیلئے
اب یہی ترکِ تعلق کے بہا نے مانگے
میں وہ محروم کہ جیسے کوئی ویرانہ ہو
تُو وہ خوش فہم، خرابوں سے خزانے مانگے
اپنا یہ حال کہ جی ہار چکے لُٹ بھی چکے
اور محبت وہی انداز پُرانے مانگے
زندگی!ہم ترے داغوں سے رہے شرمندہ
اورتُو ہے کہ سدا آئینہ خانے مانگے
دل کسی حال پہ قانع ہی نہیں جانِ فرازؔ
مل گئے تم بھی تو کیا اور...مانگے

عامرؔ یوسف لاہور پاکستان

ایسے رکھا ہے ترا غم کبھی خوابوں کی جگہ
جیسے رکھ جائے کوئی پھول کتابوں کی جگہ
باب کتنے ہیں سنہرے جوگراں یاب ہوئے
ہجر کتنے ہیں محبت کے نصابوں کی جگہ
جھیل آنکھوں کے تصور میں مہکتی ہوئی شام
اور کچھ اور کِھلے ہونٹ گلابوں کی جگہ
ایک پل میں جو اجڑ جائے خدا کی بستی
بستے بستے ہوئے بستی ہے خرابوں کی جگہ
وصل کچھ اور ہوئے اور ہوئے دل کے سخن
جو تخیل میں اتر آئے حجابوں کی جگہ
یہ ترے ہجر میں سلگا ہوا مجبور بدن
جیسے پیاسا ہو کوئی دریا سرابوں کی جگہ
شعلہ بن کر یہی پہلو سے اُٹھے گا عامرؔ
غم ترے جام اگر اترے شرابوں کی جگہ

مبارک مونگھیری

محتسب کا خوف کیوں ہو شیخ جی سے کیا ڈریں
پیرِ میخانہ ہے جن کا وہ کسی سے کیا ڈریں
حوصلہ کتنا ہے ظلمت میں ہمیں معلوم ہے
ہم نقیبِ نور ہیں ہم تیرگی سے کیا ڈریں گے
مہرباں ساقی ٗ سلامت میکدہ ٗ گردش میں جام
گردشِ ایام کی پھر کجروی سے کیا ڈریں

مبارک مونگھیری

جذبِ صادق ہےتو جا پہنچیں گے بزمِ ناز میں
پا سبانو! ہم تمہاری برہمی سے کیا ڈریں
کیا ڈرائے ہم طلب گارِ شہادت کو کوئی
موت خود ڈرتی ہو جن سے وہ کسی سے کیا ڈریں گے
سربکف ہم آ گئے ہیں قتل گاہِ شوق میں
عِشق ہے تو اِمتحانِ عاشقی سے کیا ڈریں گے
ہم سے دیوانے اُڑاتے ہیں خرد کی دھجیاں
ہم فقیہوں کے جلالِ آگہی سے کیا ڈریں گے
ہو گئی دنیا اگر دشمن مبارکؔ غم نہیں
ہم خدا سے ڈرنے والے آدمی سے کیا ڈریں گے،

مبارک مونگھیری

دل ہے کہ رنگ و بو کے تلاطم میں غرق ہے
میں کیا کہوں کے اس گلِ رعنا سے کیا ملا
وہ مطمئن ہیں عہدِ رفاقت کو توڑ کر
ہم منفعل کہ وعدہ فردا سے کیا ملا
دامن میں آج خار ہیں چھالے ہیں پاؤں میں
گلشن سے کیا ملا مجھے صحرا سے کیا ملا
میرے سرورِ شوق نے بے خود کیا مجھے
ورنہ خمارِ بادۂ صہبا سے کیا ملا
تابِ نظر نہیں سہی ذوقِ نظر تو ہے
دل کو خبر ہے سعی تماشا سے کیا ملا

کیا شامِ آرزو سے مبارک کریں امید
ہم کو اگر صبحِ تمنا سے کیا ملا

اختر چیمہ۔سیالکوٹ

وقت کی کربلا میں مدت سے
ہم ہیں دوچار ہر اذیت سے
انقلاب زمانہ کیا کہیئے
وقت کا تازیانہ کیا کہیئے
ہو گئے بے سبب عدو سارے
ہم ہیں گویا نصیب کے مارے
جتنے کم ظرف بے مروت ہیں
اشقیاء درپے اذیت ہیں
پیش آتے ہیں سب عداوت سے
ظلم سہتے ہیں ہم شرافت سے
طعن و تضحیک ہر رقیب کرے
صبر کے کوئی کتنے گھونٹ بھرے
دن فلک نے عجب دکھائے ہیں
ہر منافق سے دکھ اُٹھائے ہیں
روز بے جرم صدمے سہتے ہیں
چوٹ کھا کر خموش رہتے ہیں
خالق ذوالجلال والا کرام
اس قدر یورش غم و آلام
تو علیم و خبیر ہے مولا
تجھ سے کچھ بھی نہیں ہے پوشیدہ
مدتیں ہو گئیں ہیں دکھ سہتے
اس طرح ولولے نہیں رہتے
کوئی تازہ ہوا نہیں چلتی
کوئی سر سے بلا نہیں ٹلتی
کون فریاد رس ہے تیرے سوا
تو ہے پروردگار ارض و سما
المدد! اے خدائے خشک و تر
کون تجھ سے کریم ہے بڑھ کر
مولا حسن و حسین کا صدقہ
دل زہراء کے چین کا صدقہ
شر اعدا سے ماورا کر دے
اپنا فضل و کرم عطا کر دے
رنج و آلام سے رہائی دے
عز و توقیر انتہائی دے

منیر نیازی

دل جل رہا تھا غم سے، مگر نغمہ گر رہا
جب تک رہا میں، ساتھ مرے یہ ہنر رہا
صبحِ سفر کی رات تھی، تارے تھے اور ہوا
سایا سا ایک، دیر تلک ،بام پر رہا
میری صدا ہوا میں بہت دور تک گئی
پر میں بُلا رہا تھا جسے، بے خبر رہا
گزری ہے کیا مزے سے خیالوں میں زندگی
دُوری کا یہ طلسم بڑا کار گر رہا
خوف آسماں کے ساتھ تھا سر پر جھکا ہوا
کوئی ہے بھی یا نہیں ہے یہی دل میں ڈر رہا
اس آخری نظر میں عجب درد تھا منیرؔ
جانے کا اس کے رنج مجھے عمر بھر رہا

ڈاکٹر الیاس عاجز

سانوں سُولی چاڑھ کے پُچھ دے کی ہویا
آپی قبرے واڑھ کے پچھ دے کی ہویا
پہلاں تے لشکارے پاندے مُکھڑے دے
فیر کلیجہ ساڑھ کے پُچھ دے کی ہویا
گل گل تیاے قسماں چُوٹھیاں چُک لیندے
بندیاں نوں اے پاڑھ کے پُچھ دے کی ہویا
یار سمجھ کے ایویں گل نل لا بیٹھاں
سینے خنجر واڑھ کے پُچھ دے کی ہویا
پہلاں عاجز پیار دی خاک اُڑاندے نیں
ہتھّاں نوں فرجھاڑھ کے پُچھ دے کی ہویا

رجب چودھری

کچھ لہو کے دیئے جلائے گی
تیرگی تیرگی کو کھائے گی
لے گئے ساتھ دل کے آنکھیں بھی
اب مجھے نیند کیسے آئے گی
کیا پتا تھا ذرا سی لغزش پر
زندگی اتنے دکھ اُٹھائے گی
جب تلک تم کو ہوتا ہے احساس
آرزو دل میں مر نہ جائے گی
ختم ہے ربط تو کسی دن بھی
آپ کی یاد بھول جائے گی

منیر باجوہ

لاج رکھوں نہ گر مَیں تیرے نام کی
زندگی بے ثمر میرے کس کام کی
تیری جلوہ گری گر میسر نہ ہو
روشنی پھر بھلا میرے کس کام کی
فانی دنیا سے دل ہی لگاتا رہوں
دل لگی دل لگی میرے کس کام کی
مجھ سے راضی اے مالک اگر تُو نہ ہو

یہ خدائی بتا میرے کس کام کی
عمر بھر روشنی سے رہوں گر مَیں دور
تیرگی آہ بھلا میرے کس کام کی
شوکتِ دہر ہی گر تجھے ہو عزیز
سادگی میرے دل تیرے کس کام کی
گر بڑھاپے میں کر نہ سکے تُو شکار
خود سَری اے گُرگ تیرے کس کام کی
اُس کی رحمت کا گر تجھ پہ سایہ نہ ہو
زندگی تُو بتا میرے کس کام کی
اُسکی منشا کے تابع نہ ہو گر منیرؔ
بندگی رات دن میرے کس کام کی

منیر باجوہ

پپلی دیاں چھانواں نے
سفنے اچ ماہی ملیا پائیاں گل وچ بانواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
اک واری آ ماہیا اکھاں تک دیاں راہواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
تیرے وچھوڑے توں ساڈی اوکھیاں ساہواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
پپلی توں کتے ٹھنڈیاں ماواں دیاں چھانواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
کِڈے سوہنے مان رکھے بہناں تے بھراواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
دَم دَم نکل دیاں تیری یادا چ ہاواں نے
پپلی دیاں چھانواں نے
منیر اس عشقے دے وچ کِنیا ای بلاواں نے
کیوں پیار اچ ہَرنا ایں
کر کے عشق دِلا ہُن دنیا توں ڈر نا ایں

تبسّم نواز وڑائچ

زنجیرِ ھوس، عشرت گہِ لذت سے نکل جا
اس دارِ فنا، کوچہء حسرت سے نکل جا
رکھنا ھے جو پندارِ شرافت کو سلامت
جیسے بھی ھو اِس شہرِ ملامت سے نکل جا
تو واقفِ آدابِ عبادت ہی نہیں ہے
اے راندہِ درگاہِ خدا جنت سے نکل جا
اب دیر و حرم، مسجد و میخانہ میں نہیں فرق
ذلت سے، ندامت سے، خجالت سے نکل جا
اے دوست ابھی اور ہے کچھ وقت ترے پاس
اس رقص گہِ شر سے تو عزت سے نکل جا
کیوں ہوتا ہے منت کشِ پیمانہ و ساغر
میکش ہے تو ساقی کی سخاوت سے نکل جا
پستی نہ بلندی سے نہ رکھنا کوئی مطلب
بچنا ہے تو اپنے قد و قامت سے نکل جا
جنگل میں درندوں سے نہ امیدِ وفا رکھ
اس مقتلِ اخلاق و مروت سے نکل جا
مطلوب ہے گر تجھ کو حیات اپنی تبسّمؔ
دیوارِ قفس، سانسوں کی حراست سے نکل جا

ساجدہ انور

شام و سحر، ثنائے عقیدت کیا کروں
"ان کے حضور،"ان" کی، میں نعتیں پڑھا کروں
لائی نسیم نور، نوید بہار جاں
اس جاں کی راحتوں کے لئے بھی دعا کروں
سر رکھ کے روضۂ شہہ ابرار کے حضور
رو رو کے بخششوں کے لئے استدعا کروں
چلنا بسنت رُت میں ہوائے ضخیم کا
آقا تمہارے رحم کا ہی آسرا کروں
آتش کدائے وحشت ہجراں کی جھلسنیں
پڑھ کر درود پاک، سکوں پا لیا کروں

م۔مبرور

اُلجھے معاملات کو یوں حل کیا گیا
آنکھوں کو جھیل رُوح کو بادل کیا گیا
دھرتی پہ اک سماج بسانے کے واسطے
جنگل کو شہر، شہر کو جنگل کیا گیا
اے حُسنِ ناشناس ادھورا تھا ایک عمر
دیکھا تجھے تو شعر مکمل کیا گیا
پتھر کسی غریب پر برسائے اس قدر
عاشق مزاج شخص کو پاگل کیا گیا

تبسم نواز وڑائچ

ویران مکانوں کے وہ سائے نہیں بدلے
اپنے یہاں بدلے ہیں، پرائے نہیں بدلے
آنکھوں میں سرِ شام ہی آ جاتے ہیں اکثر
خوابوں کے مسافر یہ سرائے نہیں بدلے
کھا جاتے ہیں یہ آج بھی آدھی میری تنخواہ
شہروں میں مکانوں کے کرائے نہیں بدلے
تقدیر بدلنے کے تھے دعوے لئے آئے
پر خود یہ بدلنے کی بجائے نہیں بدلے
دیمک نے اِنہیں چاٹ کے کمزور کیا ہے
تم نے بھی تو کرسی کے یہ پائے نہیں بدلے
اک عمر بِتائی ہے مرے شہرِ ستم نے
پر لوگ ابھی تک یہاں رائے نہیں بدلے

دیتے رہے کچھ لوگ مسلسل ہمیں دھوکے
کچھ لوگ ابھی تک بھی تو ھائے نہیں بدلے
اب تک وہ کلیجوں کو چباتے ہی ملیں گے
ورثہ جو بزرگوں سے ہیں لائے نہیں بدلے

امین اوڈیرائی

خود نمائی کی بات کیا کرنی
خود ستائی کی بات کیا کرنی
خاک ہیں خاک ہو کے رہنا ہے
پھر بڑائی کی بات کیا کرنی
خود سے واقف نہیں ہے جو اس نے
آشنائی کی بات کیا کرنی
لغزشوں پر خدا کا پردہ ہے
پارسائی کی بات کیا کرنی
گرچہ راہیں الگ ہیں منزل اک
پھر جدائی کی بات کیا کرنی
ہم ہوئے ہیں اسیرِ زلفِ جاں
اب رہائی کی بات کیا کرنی
درد حد سے گزر گیا حافظ
اب دوائی کی بات کیا کرنی

جمشید مسرور

کب مرے رستے میں زہر یاس کا جنگل نہ تھا
پھر بھی میری سوچ کے ماتھے پہ کوئی بل نہ تھا
کچھ تو تھا جس کے لئے میں نے وہ گلیاں چھوڑ دیں
اے مرے پندار ورنہ میں کوئی پاگل نہ تھا
آج یہ کس نے مری رفتار مجھ سے چھین لی
زیست کا احساس پہلے اس قدر بوجھل نہ تھا
اک جواں بیوہ کی صورت زندگی آئی نظر
پاؤں میں پائل نہیں تھی آنکھ میں کاجل نہ تھا
تجھ کو کھو کر رات دن اب سوچتا رہتا ہوں میں
ہاتھ میں کہرے کی چادر تھی ترا آنچل نہ تھا
کس لئے جمشید مجھ کو در بدر پھرنا پڑا
کیا خُدا کے پاس میری اُلجھنوں کا حل نہ تھا

م۔مبرور

جان کا کر کے سودا چلے باخدا
سوئے جنت براہِ رضا و وفا
جان دے کر رہِ حق میں بتلا گئے
جاں سے بڑھ کر ہے ایمان کا راستہ
ہیں فروزاں تمہارے لہو سے چراغ
ظلمت و تیرگی کو کریں گے فنا
استقامت شجاعت کا پیکر تھے تم
عہدِ اول کا منظر ہے دکھلا دیا
سینچا ہے خون سے باغِ اسلام کو
عہدِ بیعت کو تم نے کیا ہے وفا
ہے یہ باطل گماں موت آئی تمہیں
نام زندہ رہے گا تمہارا سدا
رائیگاں جائے گا نا تمہارا لہو
پھول پھل لائے گا یہ چمن میں سدا
اے شہیدانِ لاہور تم پر سلام
رحمتِ باری تم پر ہو یہ ہے دعا

صہبا اختر

آجا، اندھیری راتیں تنہا بِتا چکا ہوں
شمعیں جہاں نہ جلتیں، آنکھیں جلا چکا ہوں
خورشیدِ شامِ رفتہ لوٹے، تو اس سے پوچھوں
میں زندگی کی کتنی صبحیں گنوا چکا ہوں
اُمید بیم شب نے یہ بھی بھلا دیا ہے
کتنے دیئے جلائے، کتنے بجھا چکا ہوں
میں بازگشت دل ہوں پیہم شکستِ دل ہوں
وہ آزما رہا ہوں جو آزما چکا ہوں
یہ شب بُجھی بُجھی ہے، شاید کہ آخری ہے
اے صبح درد، تیرے نزدیک آچکا ہوں
مجھ کو فریب مت دو، اے موسمِ بہاراں
ایسے کئی شگوفے میں بھی کھلا چکا ہوں
سورج طلوع ہوں یا سورج غروب صہبؔا
شبہائے غم کے پردے خود پر گرا چکا ہوں

حبیب جالب

جب کوئی کلی صحنِ گلستان میں کِھلی ہے
شبنم مری آنکھوں میں وہیں تیرگئی ہے
جس کی سرِ افلاک بڑی دھوم مچی ہے
آشفتہ سَری ہے، مری آشفتہ سری ہے
اپنی تو اُجالوں کو ترستی ہیں نگاہیں
سورج کہاں نکلا ہے کہاں صبح ہوئی ہے
بچھڑی ہوئی راہوں سے جو گزرے ہیں کبھی ہم
ہر گام پہ کھوئی ہوئی اک یاد ملی ہے
اک عُمر سنائیں تو حکایت نہ ہو پوری
دو روز میں جو ہم پہ یہاں بیت گئی ہے
ہنسنے پر نہ مجبور کرو، لوگ ہنسیں گے
حالات کی تفسیر تو چہرے پہ لکھی ہے
مل جائیں کہیں وہ بھی تو اُن کو بھی سنائیں
جالبؔ یہ غزل جن کے لیے ہم نے کہی ہے

حمایت علی شاعر

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل جاتے ہیں لوگ
کس لیے کیجیے کسی گم گشتہ جنت کی تلاش
جب کہ مٹی کے کھلونوں سے بہل جاتے ہیں لوگ
کتنے سادہ دل ہیں سُن کے اب بھی آوازِ جرس
پیش و پس سے بے خبر گھر سے نکل جاتے ہیں لوگ
اپنے سائے سائے سر نیوڑھائے آہستہ خرام
جانے کس منزل کی جانب آج کل جاتے ہیں لوگ
شمع کی مانند اہل انجمن سے بے نیاز
اکثر اپنی آگ میں چپ چاپ جل جاتے ہیں لوگ
شاعرؔان کی دوستی کا اب بھی دم بھرتے ہیں لوگ
ٹھوکریں کھا کر تو سنتے ہیں سنبھل جاتے ہیں لوگ

ناصر کاظمی

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ
بس ایک موتی سی چھب دکھا کر بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارہ شام بن کے آیا برنگِ خوابِ سحر گیا وہ
خوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم نظر اُسے ڈھونڈتی ہے ہر دم
وہ بوئے گل تھا کہ نغمہ جاں مرے تو دل میں اتر گیا وہ
نہ اب وہ یادوں کا چڑھتا دریا نہ فرصتوں کی اداس برکھا
یونہی ذرا سی کسک ہے دل میں جو زخم گہرا تھا بھر گیا وہ
کچھ اب سنبھلنے لگی ہے جاں بھی ،بدل گیا رنگِ آسماں بھی
جو رات بھاری تھی ٹل گئی ہے ،جو دن کڑا تھا گزر گیا وہ
شکستہ پارہ میں کھڑا ہوں گئے دنوں کو بلا رہا ہوں
جو قافلہ میرا ہمسفر تھا مثالِ گردِ سفر گیا وہ
ہوس کی بنیاد پر نہ ٹھہرا ،کسی بھی اُمید کا گھروندا
چلی ذرا سی ہوا مخالف غبار بن کر بکھر گیا وہ
بس ایک منزل ہے بوالہوس کی ،ہزار رستے ہیں اہل دل کے
یہی تو ہے فرق مجھ میں اس میں ،گزر گیا میں ٹھہر گیا وہ
وہ میکدے کو جگانے والا، وہ رات کی نیند اڑانے والا
یہ آج کیا اس کے جی میں آئی کہ شام ہوتے ہی گھر گیا وہ
وہ جس کے شانے پر ہاتھ رکھ سفر کیا تو نے منزلوں کا
تری گلی سے نہ جانے کیوں آج سر جھکائے گزر گیا وہ
وہ ہجر کی رات کا ستارہ وہ ہم نفس ،ہم سخن ہمارا
سدا رہے نام اس کا پیارا،سنا ہے کل رات مرگیا وہ
وہ رات کا بے نوامسافر وہ تیرا شاعر ،وہ تیرا ناصرؔ
تری گلی تک تو ہم نے دیکھا تھا ،پھر نہ جانے کدھر گیا وہ

اقبال عظیم

یہ نگاہِ شرم جُھکی جُھکی، یہ جبینِ ناز دھواں دھواں
مرے بس کی اب نہیں داستاں ،مرا کانپتا ہے رُواں رُواں
یہ تخیّلات کی زندگی، یہ تصوّرات کی بندگی
فقط اِک فریبِ خیال پر مری زندگی ہے رواں رواں
مرے دل پہ نقش ہیں آج تک وہ باحتیاط نوازشیں
وہ غرورو ضبط عیاں عیاں، وہ خلوص و ربط نہاں نہاں
نہ سفر بشرطِ مآل ہے نہ طلب بقید سوال ہے
فقط ایک سیری ذوق کو میں بھٹک رہا ہوں کہاں کہاں
ہو طلسمِ عالمِ رنگ و بُو کہ حریم انجم و کہکشاں
مرا ساتھ دے گی نظر مری،وہ چُھپیں گے جاکے جہاں جہاں
مری خلوتوں کی یہ جنتیں کئی بار سج کے اُجڑ گئیں
مجھے بار ہا یہ ہوا گماں کہ تم آرہے ہو کشاں کشاں

اونچے شملے والی گلی

مبشرہ ناز

میری آنکھ کھلی تو حسن بستر پر نہیں تھے۔ میں انہیں دیکھنے چلی آئی جانے کہاں تھے رات کے اس پہر؟ جاتا کہاں تھا ہمیشہ کی طرح ابا کے کمرے میں...! اُن کا لحاف ٹھیک کرنے کے بعد دبے پاؤں کمرے سے نکل رہے تھے۔ ابا تھے تو میرے مگر قبضہ حسن کا تھا۔ میرے دل نے میرا ہاتھ تھاما۔ اور اُس گلی میں لے چلا...! وہ گلی جس میں میرے نام کی سرسوں کھلی تھی میرے مقدر کے مورنے پر پھیلائے تھے۔ دل کی آنکھ کھلکھلائی، خوابوں نے چونک کر غلافی آنکھیں کھولیں، پیروں کے نیچے مخمل محسوس ہونے لگی۔ ابا کی مسافت زدہ پھٹی ایڑیوں نے ریل کی سیٹی سنی، اسٹیشن آ گیا، منزل قریب تھی...! چوڑے سینے اونچے شملے والی وہ گلی...! جس کے کونے والی دکان پر ریشمی گوٹے کے کام والے رنگا رنگ کپڑے بکھرے تھے۔ آج دُکان پر معمول سے زیادہ بھیڑ تھی۔ رنگا رنگ سنہری کپڑوں سے لگتا تھا بہنیں اپنے بھائی کی شادی کے لئے سامان خریدنے آئی ہیں۔ دکان دار بہت احترام سے کپڑے دکھا رہا تھا۔ میں ابا کے پیچھے چُھپی دیکھ رہی تھی کپڑے زیادہ ریشمی تھے یا اس شخص کا لہجہ...؟ نگاہیں جُھکی تھیں، میں نے انہیں اُٹھتے نہیں دیکھا۔ اس قدر پابند نگاہیں کبھی نہیں دیکھی تھیں میں نے۔ خریداری مکمل ہونے کو تھی دام مناسب تھے۔ نہ بھاؤ نہ تاؤ، نہ بات زیادہ نہ کم...! دکان دار نے دولہے کو دعائیں دیتے ہوئے ملازم سے سامان پیک کرنے کو کہا۔ میں نے دعاؤں کو بازگشت کی طرح پلٹتے دیکھا...! ”بھیا اماں نے کھانا بھیجا ہے“۔ دکان خالی ہوتے ہی صبر سے انتظار کرتے پندرہ، سولہ سالہ لڑکے نے کھانے کی ٹوکری بھائی کو پکڑائی۔ ”مجھے سکول کا بہت سا کام کرنا ہے بھیا کھانا کھا لینا اماں کو فکر رہتی ہے“۔ ملازم کو اس کا ٹفن پکڑاتے ہوئے بھیا نے اپنا ٹفن کھولا۔ ابھی پہلا نوالہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ آواز آئی ”اللہ کے نام پر بھوکے کو کھانا کِھلا دو“۔ بھیا کی پسند کے قیمہ بھرے کریلے تھے اور مکھن لگی روٹی۔ بھیا نے کھانا فقیر کو دیتے ہوئے خوشی سے کہا ”لے بھائی کیا یاد کرے گا اماں کے ہاتھ کے قیمہ بھرے کریلے کھا کر دیکھ“۔ ریشمی لہجے نے مدھر سی دھن بجائی، آواز نے راگ چھیڑے۔ ابا کے پیچھے چُھپے میں نے دیکھا۔ ہر طرف رنگ برنگی پتنگیں اُڑنے لگیں تھیں، بسنت رُت اپنا مہینہ چھوڑ بھاگی چلی آئی، ہر طرف رنگ ہی رنگ تھے۔ بوندوں نے گلی کی جھنڈیوں سے رنگ چُرائے۔ اتنے رنگوں والی سلمہ ستارے سے سجی بارش پہلی بار دیکھی تھی میں نے مینا، طوطا، بلبل چہکتے چلے آئے۔ گلی کے دوسرے سرے پر ڈھولک والا سہرے کے گیت گا رہا تھا۔ ساتھ والی للارن نے رنگی چنیاں الگنی پر پھیلائیں۔ بلو پان والے کا طوطا بولا ”اللہ ہو اللہ ہو“۔ بھیا آ جائیں دو روٹیاں ہیں مل کر کھا لیتے ہیں...! ملازم کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھاتے بھیا کو دیکھنے کے بعد تو مزید کسی بات کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ حیرانگی مانگ میں سیندور بن کر اُتری، رگوں میں دوڑتا لہو وجد کے عالم میں جُھنے کو تھا۔ آگہی کا وہ دھمالی لمحہ مجھ سے چھین لے گیا۔ فیصلہ ہو گیا ابا کے پیچھے چُھپی میں ابا کا ہاتھ پکڑ کر کونے والی دکان سے چلی آئی۔ کئی سال گزرے تائی اماں ابھی تک ابا سے ناراض تھیں اُن کے ڈاکٹر بیٹے کو ابا نے اپنی لاڈلی کا رشتہ نہیں دیا۔ دیتے بھی کیسے دونوں بر دکھانے لے گئے تھے بٹیا کو...! ”اللہ کے نام پر میرے بچے کو دیکھ لو“۔ مگر ڈاکٹر بابو فیس بنا کیسے دیکھتا...؟ بڑا بدھو سوداگر تھا۔ اُسے سودے کرنے آتے ہی نہیں تھے۔ اللہ کے نام پر مانگ رہی تھی فیس بھی اللہ نے بھرنی تھی۔ اور کئی گنا بھرنی تھی۔ ڈاکٹر بابو کا سایہ ساتھ چھوڑ گیا۔! اونچے شملے چوڑے سینے والی گلی اپنے حسن بھیا کے لیئے دلہن چرا لے گئی۔ حسن جو کوزہ گر نہیں تھا...! مگر میں اسکے چاک پر رانی بن کر بیٹھی تھی۔ اس نے کبھی مجھے اپنے چاک سے اترنے ہی نہیں دیا۔

***

احمد ندیم قاسمی

وہ عشق جو ہم سے رُوٹھ گیا، اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں، پھر سچّا شعر سنائیں کیا
اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے، تا دیر اُسے دہرائیں کیا
وہ زہر جو دل میں اتار لیا، پھر اسکے ناز اٹھائیں کیا
پھر آنکھیں لہو سے خالی ہیں، یہ شمعیں بجھنے والی ہیں
ہم خود بھی کسی کے سوالی ہیں، اس بات پہ ہم شرمائیں کیا
اک آگ غمِ تنہائی کی جو سارے بدن میں پھیل گئی
جب جسم ہی سارا جلتا ہو، پھر دامنِ دل کو بچائیں کیا
ہم نغمہ سرا کچھ غزلوں کے، ہم صورت گر کچھ خوابوں کے
بے جذبہ شوق سنائیں کیا، کوئی خواب نہ ہو تو بتائیں کیا

آن لائن بزم آئینہ سخن

جناب سعید رحمانی مدیر اعلیٰ ادبی محاذ رسالہ (اڈیشہ)

آن لائن بزم آئینہ سخن گروپ کے ایک باکمال فنکار شاعرہ ادیب جناب سعید رحمانی مدیر اعلیٰ ادبی محاذ رسالہ (اڈیشہ) کے ہیں جو ملک اور بیرون ملک کے شعراء وادباء کا کلام مسلسل شائع کرتا آرہاہے۔آپ اس سے قبل ایک اخبار بھی اڑیسہ سے نکالتے تھے۔آپ کا تعلق شہر کولکا تا سے بھی ہے آپ کی پیدائش،۔وتعلیم،کولکا تا کے ایک علاقہ مٹیا برج میں ہوئی ہے۔جو واجدعلی شاہ نگری بھی کہلاتا ہے۔

آپ 7 دہائیوں سے اردو ادب کی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہر فنکار کے دل میں ایک خواہش ہوتی ہے کہ اس کے فن کو دیکھا جائے پڑھا جائے سمجھا جائے اور فن کی کسوٹی پر کھا جائے چاہے وہ افسانہ نگار ہو مضمون نگار ہو موسیقار و معمار۔وسنگتراش وشاعر وادیب وڈرامہ نگار ہواسکی فن کواسکی تخلیق کو پڑھکر دیکھ کر اسے دداوتحسین سے نوازا جائے اور اسکے فن کے تعلق سے اسکی پزیرائی اور حوصلہ افزائی کی جائے تو اس فنکار کے اندر کچھ اچھا کرنے کا جذبہ اور حوصلہ ہوتا ہے اگر فنکار کو حوصلہ نہیں دیا جائے تو وہ فنکار مایوس ہوجاتا ہے وراسکا فن اور آرٹ ادھورا رہ جاتا ہے اور آخر میں ایک دن وہ دم توڑ دیتا ھے اس لئے میری نظر میں جس طرح کا بھی فنکار ہو،اسے بھر پور حوصلہ افزائی کی جائے مثال کے طور پر کوئی دبلا پتلا ایک آدمی ہو اور اسکے مقابل میں دوسرا آدمی تندرست توانا ہو اور اس سے مقابلہ کرنے کو کہا جائے تو وہ دبلا پتلا شخص کبھی بھی اس شخص سے مقابلہ کر نیکے لئے تیار نہیں ہوگا وہ جانتا ہے کہ ہم اس سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے شکست کھا جائیں گیمگر جب اسے تیسرا آدمی حوصلہ دیتا اور کہتا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو اس حوصلے کے ساتھ وہ شخص اس کو شکست دے دیتا ہے اسی طرح وہ بازی جیت جاتا ہے۔اسلئے ہم لوگوں کو بھی ہر فنکار کو حوصلہ دینا چاہیا سی حوصلے کے ساتھ آج ہم ایک ایسے باکمال فنکار جسے ادبی دنیا سعید رحمانی کے نام سے جانتی ہے اس انٹریو کے حوالے سے سعید رحمانی صاحب سے ملاقات کرواتے ہیں۔تاکہ آپ کے اندر اور ہمارے اندر کچھ کرنے کا حوصلہ ہوانٹریو پیش خدمت ہے۔رئیس۔السلام علیکم سعید۔وعلیکم السلام رئیس۔آپ کا اصل نام سعید رئیس۔قلمی نام سعید رئیس...والد کا نام سعید...مولانا فضل الرحمان مرحوم رئیس۔تخلص کیا کرتے ہوں سعید۔سعید رئیس...آپ کی پیدائش کہاں ہوئی سعید مٹیا برج کولکا تا میں رئیس۔۔آپ کی عمر کیا ہے۔سعید 90 سال رئیس آپ نے تعلیم کہاں تک حاصل کی ھے۔گریجویشن.رئیس۔آپ کے کتنے بچے ہیں اور وہ لوگ کیا کرتے ہیں سعید۔تین لڑکے اور ایک لڑکی۔سب کی شادی ہوچکی ہے۔سبھی لڑکے برسرِ روزگار ہیں رئیس۔آپ اپنے والدین کے تعلق سے بتائیں۔سعید۔میرے والد محترم کولکا تا کے تھے اور والدہ محترمہ کا تعلق کٹک سے تھا۔میں ابھی گود میں تھا کہ والد محترم انتقال کر گئے۔حالات ناسازگار ہونے کے سبب والدہ اپنے میکہ مجھے لے کر آ گئیں۔رئیس... آپ کتنے بھائی بہن ہیں سعید۔میں اکلوتی اولاد ہوں۔رئیس...آپ نے شاعری کب شروع کی اور شاعری کرنے کا دل میں خیال کیسے آیا سعید 1954 میں شاعری کی ابتدا کی۔اسکول میں نصابی کتابوں کو پڑھتے ہوئے اقبال اور حالی کی نظموں سے بے حد متاثر ہوا۔اور نظم سے شاعری کی ابتدا کی میٹرک میں زیر تعلیم کے دوران نظمیں کہنے لگا۔میری نظمیں اسکول میگزین میں شایع ہوئیں۔اولین نظم ناگپور کے ایک رسالے کی زینت بنیں جس کے ایڈیٹر طرفہ قریشی تھے۔خاص بات یہ ہے کہ ان نظموں پر میں نے کسی سے اصلاح نہیں لی تھی۔رئیس۔۔آپ کے کتنے استاد ہیں انکی تفصیلات بتایں گے سعید۔پہلے استاد پروفیسر منظر حسن دسنوی تھے۔انکے بعد حضرت امجد نجمی اور علامہ شارق جمال ناگپوری سے بھی منسلک رہا ہوں رئیس... آپ سے ملاقات مجھ سے پہلی بار واٹس ایپ گروپ آئینہ سخن کے ذریعہ ہوئے اسکے بعد آن لائن بزم آئینہ سخن گروپ کےتوصل سے آج روبرو ہوں آئینہ سخن گروپ میں مجھ سے بہلی احمد ندیم مورسنڈی صاحب کے وقت سے ہیں میں بعد میں اس گروپ کو جوائن کیا ہوں احمد ندیم سے کیسے اور کب ملاقات ہوئی۔۔سعید احمد ندیم صاحب نے پہلے مجھ سے رابطہ کیا۔ان کی تین کتابیں ہمارے دفتر میں ڈی۔ٹی۔پی کر کے یہیں کٹک سے شائع کی گئی ہیں۔انھیں عروض پر اچھی دسترس حاصل ہے۔مگر لسانی اعتبار سے گاہے بگاہے مجھ سے مشورہ کرتے رہتے تھے۔فی الحال سخت علیل ہیں۔ بہت دنوں سے ان سے رابطہ نہیں ہوسکا ہے۔

میری مجبوری یہ ہے کہ کبرسنی کے باعث سماعت سے محروم ہو چکا ہوں۔اس لیےفون پر ان سے رابطہ کرنہیں پاتا۔رئیس۔احمد ندیم مورسنڈوی

صاحب اپنی علالت کی وجہ مجھے اڈمن کی ذمہ داری دے دی۔اب آپ یہ بتائیں کہ احمد ندیم مورسنڈی صاحب کے وقت سے ابھی تک آئینہ سخن گروپ کس طرح سے دیکھ رہے ہیں اس کا خلاصہ کریں۔سعید...یہ گروپ بڑی کامیابی سے چل رہا ہے۔اور پہلے سے زیادہ فعال ہے۔جس کے لیے آپ بجا طور پر لائقِ مبارک باد ہیں۔رئیس۔آن لائین گروپ اس وقت ہندوستان سے لیکر بیرون ہندوستان تک چل رہا اس کا مستقبل کیا ہے کہاں تک یہ آنلائن گروپ کامیاب ہے اس سے ادباءشعراء کو کتنی کامیابی مل رہی ہے۔سعید۔۔اس گروپ کی مقبولیت اس کا تعمیری رُخ ہے۔اس سے شعر گوئی کی تحریک ملتی ہے۔ساتھ ہی مختلف شعرا کی شاعری پر تاثرات پڑھ کر سیکھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔اس لیے اس گروپ کے روشن مستقبل کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔رئیس...پہلے کے جتنے شعراء ہیں انکی پہچان۔اخبار ورسائل ۔ریڈیو ٹی وی کے ذریعے تھی اور ابھی بھی ہے۔مگر دو چار سالوں سے آن لائن۔واٹس ایپ۔۔فیس بک اور ادھر۔فی الحال۔زوم(۔zoom)اور۔(jio meet)جی او۔میٹ)کے ذریعہ عالمی مشاعرہ بڑے زوروں پر ہو رہا ہے۔

اس سے اخبار ورسائل اور مشاعرہ پر کیا اثرات پڑ رہے ہیں بتائیں۔ سعید۔اس سے اخبارات ورسائل پر منفی اثرات نہیں پڑتے ہیں۔پرنٹ میڈیا کی اہمیت بدستور قائم ہے۔الکٹرونک میڈیا کے ذریعہ اردو زبان وادب کے فروغ کی راہیں بھی کشادہ ہوئی ہیں رئیس۔میں نے جہاں تک آپکو دیکھا سنا پڑھا۔اور آپکی تخلیقات سے اندازہ۔ہوا کہ آپ شاعری کی سارے اصناف سے واقف ہیں اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔سعید۔سارے اصناف تو نہیں البتہ بیشتر اصناف پر طبع آزمائی کرتا رہتا ہوں۔اس کے باوجود غزل میری پسندیدہ صنفِ سخن ہے رئیس...شاعری کیلئے عروض و بحر کا جاننا کیا ضروری ہے سعید۔جی عروض و بحر کا علم ضروری ہے۔رئیس۔بغیر فن کو جانے ایک شاعر کیا فنکار ہوسکتا ہے؟ سعید۔کوئی نو آموز جب شاعری کی ابتدا کرتا ہے تو فن کا علم اسے بالکل نہیں ہوتا۔مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فن سے بھی واقف ہوتا جاتا ہے رئیس۔ادبی محاذ آپ کب سے نکال رہے ہیں اب تک کتنے لوگوں کا انٹریو نکال چکے کچھ تفصیل ہے۔سعید...ادبی محاذ کے پہلے میں نے ایک ماہنامہ،،اخبارِ اڑیسہ،کا اجرا 2005 میں کیا تھا۔بہت جلد یہ ماہنامہ ہندوستان گیر سطح پر مقبول ہوگیا۔اس میں خبروں کے ساتھ ساتھ ادبی حصہ بھی شامل تھا۔کچھ معروف قلمکاروں کا تعاون اسے حاصل رہا۔ان میں سے بعض نے اسے رسالے کی شکل دینے کا مشورہ دیا تو یہ دوماہی سلسلہ کے نام سے شائع ہونے لگا۔رجسٹریشن کے لیے آئی این آر کو بھیجا گیا تو ادبی محاذ،کے نام کو منظوری ملی۔اس طرح ماہنامہ اخبارِ اڑیسہ 2005 سے اپنا سفر طے کرتے ہوئے ادبی محاذ تک پہنچا ہے۔رئیس۔پہلے کلکتہ میں تھے اس کے بعد آپ اڈیشہ آ گئے کلکتہ چھوڑنے کی کیا وجہ ہوئی سعید۔وجہ پہلے بتا چکا ہوں۔والد صاحب کے انتقال کے بعد حالات ناسازگار ہوئے تو والدہ مجھے لے کر کٹک آ گئیں رئیس۔آپ کے کتنے مجموعے آ چکے ہیں اسکی تفصیل بتایں سعید۔شاعری کے چار مجموعے اور ادبی وتنقیدی مضامین کا ایک مجموعہ رئیس شاعری سے آپ کو کیا فائدہ۔ہوا کیا نقصان ہوا۔اور شاعری کو کس نظر سے دیکھتے ہیں سعید۔۔شاعری سے کچھ فائدہ ملنے والا نہیں۔بس اپنے ادبی ذوق کی تسکین کے لیے شاعری کرتا ہوں رئیس۔شاعری میں جدید مابعد جدید۔روایتی آپ کس کو پسند کرتے ہیں سعید۔جدید شاعری کو پسند کرتا ہوں رئیس۔۔شاعری کے علاوہ اور کون سی مصروفیات ہیں سعید۔شاعری کے علاوہ صحافت سے جڑا ہوا ہوں رئیس۔۔مشاعرہ اور نشست کے علاوہ آپ نے کہاں کہاں مشاعرے پڑھے۔ٹی وی۔ریڈو دیگر سعید۔اڑیسہ کے کئی شہروں میں مشاعرے پڑھ چکا ہوں۔دوردرشن پر پڑھنے کا موقع تو نہیں ملا البتہ کئی بار میرا کلام کچھ سنگر پیش کر چکے ہیں۔

رئیس۔آپ مشاعرہ میں کس طرح شعر پڑھتے ہیں یا پڑھتے تھے ترنم میں کہ تحت الفظ میں کس کو پسند کرتے ہیں۔آپ آل انڈیا میں مشاعرے کہاں تک کامیاب ہیں اب تک ہندوستان کے علاوہ کہاں کہاں مشاعرے میں شرکت کی سعید۔تحت الفظ میں پڑھتا ہوں۔اڑیسہ کے کچھ شہروں میں مشاعرہ پڑھ چکا ہوں۔مٹیابرج آنے پر وہاں کی ادبی تنظیم روشنی میرے اعزاز نشست کرتی ہے رئیس۔آپ اب تک کتنے اخبار ورسائل میں چھپ چکے ہیں سعید۔بہت سارے اخبارات و رسائل میں چھپ چکا ہوں۔یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔لمبی فہرست۔اس لئے سب کا نام بتا نہیں سکتا رئیس۔۔آپ کتنے انجمنوں اکیڈمی سے اعزازات و انعامات پا چکے ہیں سعید۔اڑیسہ اردو اکادمی کے علاوہ بہت سی ادبی انجمنوں سے ایوارڈ پا چکا ہوں۔رئیس۔آپ شاعری کو کس انداز سے دیکھتے ہیں اور فن شاعری آپ کی نظر میں کیا ہے سعید۔شاعری پسند ہے اور زبان وادب کے فروغ کا ذریعہ

بھرئیس مجھے جہاں تک معلوم ہوئی ہے ۔آپ ایک اچھے استاد ہیں لوگوں کی غزلوں پر اصلاح بھی دیتے ہیں کتنے شاگرداور شاگردہ ہیں ۔۔سعید۔اچھا میں خود کوتسلیم نہیں کرتا۔اپنی استعداد کے مطابق اصلاح کردیتا ہوں رئیس۔آج کل متشاعراورمتشاعرہ کی ایک بھیڑ ہے۔اس کوکس طرح دیکھتے ہی سعید۔ان کے تعلق سے میرانظریہ یہ ہے کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑدیا جائے اور جو واقعی شاعر بننا چاہتے ہیں ۔ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ میرے رسالے کے لیے نئے لکھنے والوں کی جوغلط سلط غزلیں آتی ہیں انھیں ردّی کی ٹوکری میں نہ ڈال کر اصلاح کر کے شائع کردیتا ہوں اس لیے کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔رئیس۔آج کل اکیڈمی یا کوئی بھی انجمن کی جانب سے عا لمی مشاعرہ ہویا آل انڈیا مشاعرہ ہو ہرمشاعرہ میں وہی چہرے برابرنظرآتے ہیں جبکہ ایسے فنکارشاعر ہرشہروں میں ہیں وہ نظرنہیں آتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے اس پرروشنی ڈالیں۔

سعید۔کنبہ پروری کے علاوہ اورکیا کہا جاسکتا ہے رئیس اردو۔مشاعرہ سے ہرماہ لاکھوں روپیہ کمانے والے شاعراپنے بچوں کوانگلش میڈیم میں تعلیم دلانا کیوں پسند کرتے ہیں سعید۔اپنا اسٹیٹس جتانے کے لئے۔رئیس...میں دیکھتا ہوں شعراء اپنے شعروں میں بڑی بڑی اصلاحی باتیں پیش کرتے ہیں مگراس پرعمل نہیں کرتے ہیں وجہ کیا ہے۔سعید۔سب تو ایسے نہیں ہیں رئیس اورانجمن ترقی اس وقت کہاں کہاں کام کر رہے ہے۔اس میں انجمن سے اردو کی کتنی ترقی ہوئی سعید۔اس کے بارے میں لاعلم ہوں رئیس۔ شاعری کے تعلق سے نوجوان نئیسل کیلئے کوئی پیغام دیناچاہیں گے سعید۔آج کے بچے کل کے شہری کے مصداق آج کے متشاعر کل کے شاعر ہوسکتے ہیں۔اس لیے نئی نسل کی حوصلہ افزائی ضروری ہے رئیس آخری سوال اردو کی ترقی کو ملک سے بیرون ملک تک کس طرح دیکھتے ہیں اور خاص کر مغربی بنگال اوراڑیشہ میں اردوکوکتنا فرق محسوس کرتے اردو کا یہاں کیا حال ہے اور اردو کی ترقی کے اڈیشہ میں کتنا کام ہورہا ہے کس ذرائع سے ہورہا ہے۔سعید اردو کے تئیں معاندانہ روّیوں کے باجوداردو پھل پھول رہی ہے۔اڑیسہ میں بھی ادبی سرگرمیاں جاری ہیں البتہ مغربی بنگال میں اردو کا حال بہتر ہے۔رئیس اڈیشہ اردواکیڈمی اردوتعلق سے کہاں تک کام کررہی کیا اڈیشہ کی اکیڈمی مغربی بنگال اردواکیڈمی کے طرز پر کام کررہی ہے۔سعید۔اس وقت اڑیسہ اردو اکادمی کے سیکرٹری ڈاکٹر سید مشیر عالم ہیں۔وہ اردو کے آدمی ہیں۔اس لیے ان کے عہد میں اکیڈمی بہت فعال ہے۔زبان وادب کے فروغ کے لیے ممکنہ اقدامات کررہے ہیں۔رئیس...آپ نے مجھے اپنا قیمتی وقت نکال کر آئینہ سخن کے لیے انٹریو دیا جس کیلئے میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں خدا حافظ۔

سچ جان کرجیو۔شکریہ خاکسار میاں فہیم

۔ترکی وہ پہلا اسلامی ملک ہے جس نے 1949 میں سب سے پہلے اسرائیل کوتسلیم کیا۔۔ترکی پہلا اسلامی ملک ہے جونیٹو کا ممبر ہے۔*۔ترکی واحد اسلامی ملک ہے جہاں نیٹو کی جانب سے اسرائیل کے دفاع کے لئے ترکی میں ریڈار اسٹیشن لگایا گیا ہے۔*۔ترکی واحد اسلامی ملک ہے جسکے اسرائیل کے ساتھ تجارت چھ بلین ڈالر سالانہ ہے۔*۔ترکی واحد اسلامی ملک ہے جس کے اسرائیل کے ساتھ فوجی اوردفاعی معاہدے ہیں۔*۔ترکی واحد اسلامی ملک ہے جس نے داعش کیساتھ ملکر کردمسلمانوں کا قتل عام کیا۔*۔ترکی عراق میں داعش کیساتھ ملکرعراق کا چوری شدہ تیل غیرقانونی طورپر اسرائیل کوفروخت کرتارہا اوراس کاروبار میں اردگان کے داماد نے کئی بلین ڈالرکمائے۔*۔ترکی نے اسرائیل، آمریکہ، داعش، النصر، اورالقاعدہ کیساتھ ملکر شام میں واحد سامراج دشمن حکومت گرانے کے لئے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کروایا۔*۔ترکی واحد اسلامی ملک ہے جس کے انٹیلی جنس ادارے اسرائیل کے انٹیلی جنس ادارے موساد کیساتھ ملکر کام کرتے ہیں مگرسادہ لوح پاکستانی سمجھتے ہیں اردگان اُمت مسلمہ کے لیڈر ہیں اوروہ مسلمانوں کے عظمت رفتہ کو بحال کریں گے اس افلاطونی سوچ کو کیس توپوں کی سلامی۔(منقول)

ہمارے وزیرخارجہ

شکرالحمدللہ شاہ محمود سے پہلے ہماراوزیرخارجہ دبئی میں الیکٹریشن بھی تھا بیچارا دوسرے ملک میں مزدوری بھی کرتا تھا اوروزارت خارجہ بھی چلاتا تھا۔ عمران نیازی کو کیا پتا ٹیلنٹ کیا ہوتا ہے اسی طرح سابق وزیرداخلہ بیرون ملک چوکیداری بھی کرتا تھا اوروزارت داخلہ بھی سنبھالتا تھا۔سوچا آپ کو بھی بتادوں خداوندکریم ہمیں معاف کردے کیونکہ ہم نے اب بھی نہیں سمجھنا اور ان سے جان نہیں چھڑوانی شاید جھوٹ اورفراڈ ہمیں اچھا لگتا ہے۔

امام مہدی کا ڈھونگ...اور علمائے سو

عورت کی امامت میں کراچی کی عوام اور جید علماء کی نمازِ جمعہ کا انوکھا اور سچّا تاریخی واقعہ یہ 1970ء کی بات ہے کہ جب اِنڈونیشیا میں صدر سوہارتو کی حکومت تھی اور پاکستان میں جنرل یحییٰ خان کا مارشل لاء تھا...انڈونیشیا کی ایک خاتون ''زہرہ فونا'' نے حضرت مہدیؑ کی والدہ ہونے کا دعویٰ کر دِیا....اُس کا کہنا تھا کہ اُس کے رحم میں پرورش پانے والا بچہ حضرت مہدیؑ ہے....کیونکہ اُس عورت کے پیٹ سے کان لگا کر سُننے پر اذان اور تلاوتِ قرآن کی آواز آتی تھی۔ یہ خبر پُورے اِنڈونیشیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

جب یہ خبر اِنڈونیشی حُکام تک پہنچی تو سب سے پہلے اِنڈونیشیا کے اُس وقت کے نائب صدر آدم مالِک نے زہرا فونا کو اپنی رہائش گاہ پر مدعُو کیا اور دورانِ مُلاقات اُس کے پیٹ پر کان لگا کر اذان سُننے کا شرف حاصِل کیا اور تصدیق کر دی۔ اُس کے بعد اِنڈونیشیا کے وزیرِ مذہبی اُمور محمد ڈیچلن نے بھی اذان سُنی اور ایک بیان جاری کیا کہ امام شافعی بھی تین سال اپنی ماں کے رحم میں رہے تو امام مہدی کیوں رحم سے اذان نہیں دے سکتے۔ اِس کے بعد تو گویا اِنڈونیشی حُکام کی زہرہ فونا سے مُلاقات کی لائن لگ گئی۔ خود صدر سوہارتو اور اُن کی بیگم نے زہرہ فونا سے مُلاقات کی۔ لوگوں نے زہرا کو مریم ثانی کا درجہ دے دِیا۔

زہرہ کی شہرت اِنڈونیشیا سے نِکل کر پُورے عالمِ اِسلام میں پھیل گئی اور مُختلف مُمالِک نے زہرا فونا کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ ہماری عسکری حکُومت کو بھی یہ شرف اور نادر موقع حاصِل ہوا کہ لوگوں کے اذہان کو تبدیل کِیا جا سکے اور اُن کو روٹی اور مُنتقلی اقتدار کے چکر سے نِکال کر معجزات پر مرتکز کر دیا جائے جس کیلئے زہرا خاتون کو پاکستان کے سرکاری دورے کی دعوت دے ڈالی۔ زہرہ فونا کی پاکستان آمد کے ساتھ ہی عُلماء کو تصدیق کے لیئے بلوالیا گیا کہ آیا خاتون کے پیٹ میں موجود بچہ واقعی امام مہدی ہی ہے؟ مولانا احترام الحق تھانوی اور مولانا شفیع اوکاڑوی نے باری باری خاتون کے پیٹ کے قریب کان لگا کر اذان سُننے کے بعد پُورے یقین کے ساتھ بیان جاری کِیا کہ اذان کی آواز خاتون کے اندرونی حِصوں سے ہی آ رہی ہے اور بس اب اِمام مہدی کی آمد آمد ہے۔ ہمارے عُلماء حضرات کے لئے تحقیق شاید آواز سُننے کی حد تک ہی تھی۔ اُنہیں صرف ریڈیو اور ٹی وی کا علم تھا اُس وقت ٹیپ ریکارڈر کا کوئی خاص تصور نہیں تھا اگر کِسی اشرافیہ کے گھر ٹیپ ریکارڈر تھا بھی تو بڑے ڈبے نُما طرز کا تھا۔ علماء نے اُس آواز کے منبع کی مزید کرید و جستجو مُناسِب نہ سمجھی کہ یہ خبر ہی اِس قدر خُوش کُن تھی کہ برادرانِ اِسلام مزید کُچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے قاصر ہو گئے۔ نہ صِرف ہمارے عُلماء بلکہ اِنڈونیشی جید عُلماء اور عالمِ اِسلام کے دیگر مُمالِک کے عالم بھی اِس ضُعف الاعتقادی میں آ گئے۔

کراچی کی تقریباً پانچ لاکھ سے زائد آبادی نے اور تمام مسالِک اور مکاتبِ فِکر کے جید عُلماء نے زہرا فونا کی امامت میں نمازِ جُمعہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ یہ واقعہ اس قدر مضحکہ خیز تھا کہ وہ عورت اپنے پیر کعبہ کی طرف کر کے بیٹھ گئی اور اُس کے پیٹ کے پاس مائیک اسٹینڈ رکھ دیا گیا اور عوام معہ عُلماء و مشائخ حضرات نے اُسکے پیچھے اِمام مہدی کی اِقتداء میں باجماعت نماز جمعہ ادا کی۔ قُرانِ پاک کی سورہ حجرات کی آیت ۹۴ میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

(ترجمہ) ''اے مُسلمانو! اگر تُمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تُم اُس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کِسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کِئے پر پشیمانی اُٹھاؤ۔ پھر کُچھ یُوں ہُوا کہ..چند ڈاکٹروں کے لئے اِس بات پر یقین کرنا مُشکِل تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے صحیح صورتحال کو جاننے کی ٹھان لی۔ مگر زہرہ فونا ہر دفعہ اُنہیں چکر دے کر نِکل جاتی۔ مُسلسل کوشش کے بعد ایک دِن ڈاؤ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر اُسے قابُو کرنے میں کامیاب ہو گئے اور دورانِ تفتیش زہرہ فونا کی ٹانگوں کے درمیان پھنسا ہُوا ننھا مُنّا ٹیپ ریکارڈر برآمد کر لیا۔ اُسی روز زہرہ فونا پاکستان سے براستہ انڈیا اِنڈونیشیا بھاگ گئی اور پاکستانیوں کو مزید ماموں بننے اور سعادتیں حاصل کرنے کا عظیم موقع مزید نہ مل سکا۔ بعد میں زہرہ فونا اور اُس کا شوہر اِنڈونیشیا میں گرفتار ہوئے اور اُنہوں نے قبول کیا کہ یہ سب اُنہوں نے دولت اور شہرت حاصِل کرنے کیلئے کیا تھا۔ دُنیا آج بھی اِس واقعے کو یاد کر کے مُسلمانانِ عالم پر ہنستی ہے۔ (تاریخ کے اوراق سے)

***

ڈبل شاہ۔ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا

رجل خوشاب

ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر بی ایس سی اور بی ایڈ کیا،اور وزیر آباد کے قریب نظام آباد کے گورنمنٹ ہائی سکول میں سائنس کا استاد بھرتی ہو گیا۔غربت زیادہ تھی اور خواب اونچے،وہ نوکری سے اُکتا گیا۔اس نے چھٹی لی اور 2004ء میں دوبئی چلا گیا۔وہ چھ ماہ دوبئی رہا۔چھ ماہ بعد وزیر آباد واپس آ گیا۔وزیر آباد میں اس نے ایک عجیب کام شروع کیا۔اس نے ہمسایوں سے رقم مانگی۔اور یہ رقم پندرہ دن میں دوگنی کر کے واپس کر دی۔ایک ہمسایہ اس کا پہلا گاہک بنا' یہ ہمسایہ جاوید ماربل کے نام سے ماربل کا کاروبار کرتا تھا۔ہمسائے نے رقم دی اور ٹھیک پندرہ دن بعد دوگنی رقم واپس لے لی۔محلے کے دو لوگ اگلے گاہک بنے' یہ بھی پندرہ دنوں میں دوگنی رقم کے مالک ہو گئے'

یہ دو گاہک اس کے پاس پندرہ گاہک لے آئے۔اور پھر یہ پندرہ گاہک مہینے میں ڈیڑھ سو گاہک ہو گئے۔یوں دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی لائین لگ گئی۔لوگ زیورات بیچتے،گاڑی،دکان،مکان اور زمین فروخت کرتے،اور رقم اس کے حوالے کر دیتے۔وہ یہ رقم دوگنی کر کے واپس کر دیتا۔یہ کاروبار شروع میں صرف نظام آباد تک محدود تھا۔

لیکن پھر یہ وزیر آباد' سیالکوٹ اور گوجرانوالہ تک پھیل گیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ معمولی سکول ماسٹر ارب پتی ہو گیا۔یہ کاروبار 18 ماہ جاری رہا۔اس شخص نے ان 18 مہینوں میں ۴۳ ہزار لوگوں سے ۷،ارب روپے جمع کر لئے.جب کاروبار پھیل گیا تو اس نے اپنے رشتے داروں کو بھی شامل کر لیا۔یہ رشتے دار سمبڑیال' سیالکوٹ' گجرات اور گوجرانوالہ سے رقم جمع کرتے تھے۔پانچ فیصد اپنے پاس رکھتے تھے،اور باقی رقم اسے دے دیتے۔وہ شروع میں پندرہ دنوں میں رقم ڈبل کرتا تھا۔یہ مدت بعدازاں ایک مہینہ ہوئی۔پھر دو مہینے اور آخر میں 70 دن ہو گئی۔یہ سلسلہ چلتا رہا۔لیکن پھر اس کے برے دن شروع ہو گئے۔وہ خفیہ اداروں کی نظر میں آ گیا۔تحققات شروع ہوئیں تو پتہ چلا وہ شخص پونزی سکیم چلا رہا ہے۔پونزی مالیاتی فراڈ کی ایک قسم ہوتی ہے،جس میں رقم دینے والا گاہکوں کو ان کی اصل رقم سے منافع لوٹا تا رہتا ہے۔شروع کے گاہکوں کو دوگنی رقم مل جاتی ہے۔لیکن آخری گاہک سارے سرمائے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

مجھے چند برس قبل امریکا کے موجودہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا ایک انٹرویو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔انٹرویو کرنے والے نے ان سے سوال کیا: آپ کو اگر اپنی عملی زندگی دوبارہ شروع کرنی پڑے تو آپ کون سا کاروبار کریں گے''؟ ڈونلڈ ٹرمپ نے جواب دیا''میں نیٹ ورکنگ کا کاروبار کروں گا۔''میرے لئے یہ کاروبار نیا تھا۔میں نے تحقیق کی،پتہ چلا نیٹ ورکنگ بھی پونزی سکیم جیسا کاروبار ہے۔اس کاروبار میں بھی گاہک کو رقم دگنی کرنے کا لالچ دے کر سرمایہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔یہ سرمایہ بعدازاں میگا پراجیکٹس میں لگا دیا جاتا ہے اور ان میگا پراجیکٹ کا منافع گاہکوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔نیٹ ورکنگ نسبتاً اچھی پونزی ہوتی ہے،لیکن دونوں میں شروع کے گاہک فائدے اور آخری نقصان میں رہتے ہیں۔یہ وزیر آبادی شخص بھی اپنے گاہکوں کے ساتھ پونزی کر رہا تھا۔یہ لوگوں کو لالچ دے کر لوٹ رہا تھا۔خفیہ اداروں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔اسدوران''ڈیلی نیشن''میں اس کے خلاف خبر شائع ہوگئی۔گوجرانوالہ ڈویژن میں کہرام برپا ہوا۔اور یہ شخص اپریل 2007ء میں گرفتار ہو گیا۔جی ہاں۔آپ کا اندازہ درست ہے یہ شخص تھا۔سید سبط الحسن عرف ڈبل شاہ،وہ ڈبل شاہ جس کا شمار پاکستانی تاریخ کے سب سے بڑے فراڈیوں میں ہوتا تھا۔اس نے صرف ڈیڑھ سال میں تین اضلاع سے سات ارب روپے جمع کر کے دنیا کو حیران کر دیا۔

آپ اب اس شخص کی چالاکی ملاحظہ کیجئے۔یہ 2007ء میں نیب کے شکنجے میں آ گیا۔نیب نے اس کی جائیداد' زمینیں' اکاؤنٹس اور سیف پکڑ لئے۔یہ رقم تین ارب روپے بنی،اور اس نے یہ تین ارب روپے چپ چاپ اور بخوشی نیب کے حوالے کر دیئے۔ڈبل شاہ کا کیس چلا۔اسے یکم جولائی 2012 کو 14 سال قید کی سزا ہوئی جیل کا دن 12 گھنٹے کا ہوتا ہے۔چنانچہ ڈبل شاہ کے 14 سال عملاً 7 سال تھے۔

عدالتیں پولیس حراست' حوالات اور مقدمے کے دوران گرفتاری کو بھی سزا سمجھتی ہیں۔ڈبل شاہ 13 اپریل 2007ء کو گرفتار ہوا تھا' وہ عدالت کے فیصلے تک پانچ سال قید کاٹ چکا تھا' یہ پانچ سال بھی اس کی مجموعی سزا سے نفی ہو گئے' پیچھے رہ گئے دو سال' ڈبل شاہ نے محسوس کیا چار ارب روپے کے عوض دو سال قید مہنگا سودا نہیں۔

چنانچہ اس نے پلی بارگین کی بجائے سزا قبول کر لی۔جیل میں اچھے چال چلن، عید، شب برات اور خون دینے کی وجہ سے بھی قیدیوں کو سزا میں چھوٹ مل جاتی ہے۔ڈبل شاہ کو یہ چھوٹ بھی مل گئی۔ چنانچہ وہ عدالتی فیصلے کے 23 ماہ بعد جیل سے رہا ہو گیا۔ڈبل شاہ 15 مئی 2014ء کو کوٹ لکھپت جیل سے رہا ہوا تو ساتھیوں نے گیٹ پر اس کا استقبال کیا۔ یہ لوگ اسے جلوس کی شکل میں وزیر آباد لے آئے۔وزیر آباد میں ڈبل شاہ کی آمد پر آتش بازی کا مظاہرہ ہوا۔ پاکستانی تاریخ کے سب سے بڑے فراڈیئے کو ہار پہنائے گئے۔اس پر پھولوں کی منوں پتیاں برسائی گئیں، اور اسے مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے مبارک باد پیش کی گئی۔وہ ہر لحاظ سے کامیاب ثابت ہوا۔وہ سکول ٹیچر تھا۔وہ معاشرے کا تیسرے درجے کا شہری تھا۔اس نے فراڈ شروع کیا اور 18 ماہ میں سات ارب روپے کا مالک بن گیا۔نیب نے اسے گرفتار کر لیا، وہ گرفتار ہو گیا۔ نیب ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اس سے چار ارب روپے نہیں نکلوا سکا۔سزا ہوئی، اور وہ بڑے آرام سے سزا بھگت کر باہر آ گیا۔اس نے قید کے دن بھی جیل کے ہسپتال اور سیکنڈ کلاس میں گزارے، اسے جیل میں تمام سہولتیں حاصل تھیں۔ چنانچہ وہ جب رہا ہوا، تو وہ مکمل طور پر کلیئر تھا۔اس نے اب کسی کو کچھ ادا کرنا تھا، اور نہ ہی پولیس اور نیب اسے تنگ کر سکتی تھی۔

یہ چار ارب روپے اب اس کے تھے۔ یہ اس رقم کا بلا شرکت غیرے مالک تھا ایک سابق سکول ٹیچر کیلئے چار ارب روپے کی رقم قارون کے خزانے سے کم نہیں تھی۔ وہ وزیر آباد سے لاہور شفٹ ہوا، اور دنیا بھر کی سہولیات کے ساتھ شاندار زندگی گزارنے لگا۔لیکن اب اللہ کا نظام بھی ملاحظہ کیجئے۔سید سبط الحسن شاہ عرف ڈبل شاہ کو رہائی کے 16 ماہ بعد اکتوبر 2015 میں لاہور میں ہارٹ اٹیک ہوا۔یہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لے جایا گیا۔اس کی طبیعت تھوڑی سی بحال ہوئی، یہ گھر آیا، لیکن پھر یہ شخص 30 اکتوبر 2015ء کو انتقال کر گیا۔ یہ شخص چار ارب روپے کا مالک ہونے کے باوجود دنیا سے چپ چاپ رُخصت ہو گیا۔ڈبل شاہ کی ساری بے نامی جائیداد، خفیہ اکاؤنٹس، کیش رقم، فیکٹریاں اور پلازے دنیا میں رہ گئے، اور وہ خالی ہاتھ اگلے جہاں چلا گیا۔وہ جائیداد، وہ رقم، وہ پلازے اور وہ خفیہ اکاؤنٹس آج کہاں ہیں؟ دنیا کا مال دنیا کے کتے چاٹ گئے۔ یہ کیا ہے؟ یہ ہماری زندگی، ہمارے نہ ختم ہونے والے لالچ اور ہماری لامتناہی حرص کی اصل حقیقت ہے، ہم انسان اپنے گرد لالچ کی وسیع دیوار بناتے ہیں، ہم مال جمع کرتے ہیں۔ہم دوسروں کی عمر بھر کی کمائی لوٹتے ہیں اور قارون کی طرح خزانے بناتے ہیں لیکن آخر میں ہم چپ چاپ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ مال دوسروں کے کام آ جاتا ہے.نور جہاں کا مقبرہ نشئیوں کی پناہ گاہ بن جاتا ہے اور شاہ جہاں کے تاج محل میں انگریزوں کے گھوڑے باندھے جاتے ہیں۔ہم انسان ان چیونٹیوں سے بھی بدتر ہیں جو عمر بھر اپنے بدن سے بڑے دانے کھینچتی رہتی ہیں۔انہیں کھینچ، دھکیل کر بلوں تک لاتی ہیں اور جب دانوں کا انبار لگ جاتا ہے، تو وہ ان کے سرہانے گر کر مر جاتی ہیں۔اور پھر ان کی عمر بھر کی جمع پونجی چوہوں کا نوالہ بن جاتی ہے۔ہم میں سے زیادہ تر لوگ چونٹیاں ہیں۔ میں اکثر حیران ہوتا ہوں ہم انسان جانتے ہیں ہم خسارے کے سوداگر ہیں۔

***

غزل

اک برگِ سبز شاخ سے کرکے جُدا بھی دیکھ
میں پھر بھی جی رہا ہوں مرا حوصلہ بھی دیکھ
ذرّے کی شکل میں مجھے سمٹا ہوا نہ جان
صحرا کے روپ میں مجھے پھیلا ہوا بھی دیکھ
تُو نے تو مشتِ خاک سمجھ کے اُڑا دیا
اب مجھ کو اپنی راہ میں بکھرا ہوا بھی دیکھ
مانا کہ تیرا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں
ملنے کے بعد مجھ سے ذرا آئینہ بھی دیکھ
تیرے لیے تو صرف اشاروں کا کھیل تھا
مجھ کو جو پیش آیا ہے وہ حادثہ بھی دیکھ
اوروں کے پاس جا کے مری داستاں نہ پوچھ
جو کچھ ہے میرے چہرے پہ لکھا ہوا بھی دیکھ
ہموار راستوں پہ مرا ساتھ چھوڑ کر
آگے نکل گیا تھا تو اب راستہ بھی دیکھ
چہرے کی چاندنی پہ نہ اتنا بھی مان کر
وقتِ سحر تو رنگ کبھی چاند کا بھی دیکھ

واقعی بہت جاہل ہیں ہم؟؟؟...میاں فہیم

چکری کا (خاموش چوہدری) چوہدری نثار علی خان آئیں ملیں پاکستان کی تاریخ کے سب سے ایماندار شخص سے۔ یہ پاک ستان کا سب سے ایماندار شخص ہے جو ساری عمر ایک وزارت لیکر پاکستان کی بربادی ہوتی دیکھتا رہا (مگر خاموش رہا کیوں؟) ایک بریگیڈیئر کا بیٹا اور ایک لیفٹیننٹ جنرل کا بھائی ہونے کے باوجود 35 سال لوہاروں کی نوکری کی اور پنشن میں پرویز رشید اور مریم نواز کے طعنے ملے(۔مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کے سامنے مک مکا کا ڈرامہ کامیابی سے چلتا رہا۔جس کے سامنے لوگ، ملک کو کتے کی بھنبھوڑتے رہے(۔مگر خاموش رہا)؟

پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کے سامنے سائیکلوں کے پنکچر لگانے والے کے بیٹے نے دوبئی میں ٹاور بنا لیئے (۔مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کی وزارت داخلہ میں ایان علی کا تفتیشی افسر اپنے گھر میں قتل ہو گیا۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کے پورے خاندان کو اعتزاز احسن نے سینٹ میں اُدھیڑ کر رکھ دیا، لیکن اس کو جواب دینے سے مالکوں نے منع کر دیا (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جو آدھی رات کو برقع پہن کر جنرل کیانی سے ملتا، اور باہر آ کر تاثر دیتا کہ یہ فوج کا بندہ ہے۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس نے تھانے، جرائم کا ریکارڈ رکھنے والوں سے بھر دیئے۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کو ایک سیاستدان کی فائل دی گئی، لیکن مالک منع کر دیتے۔ (مگر خاموش رہا؟)

پاکستان کا اتنا ایماندار شخص کہ اس کے اپنے علاقے میں حنیف عباسی، میٹرو کے ٹھیکیداروں سے مرسڈیز لیتا رہا اور دھڑلے سے نشہ بیچتا رہا، لیکن یہ پاکستان کا سب سے ایماندار شخص ہے۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا ایسا ایماندار شخص، جس کے بھرتی کیے ہوئے پولیس والے، پہلے پیسے لیتے ہیں اور پھر سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جو ہر دور میں ایک وزارت لے کر سائیڈ پہ ہو جاتا، کہ اب ملک کے ساتھ جو کرنا ہے، کرو۔ (خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص جس کو حالیہ الیکشن میں، 4 میں سے 3 نشستوں پر عبرت ناک شکست ہوئی۔

پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کے سامنے شریفوں نے اور زرداریوں نے ملک کی چولیں ہلا دیں لیکن یہ شخص، سب سے ایماندار ہے۔ (مگر خاموش رہا؟) ڈاکٹر عاصم، شرجیل میمن، ایان علی، سانحہ بلدیہ، یہ سب کچھ، پاکستان کے اس سب سے ایماندار شخص کے سامنے ہوئے، لیکن مالکوں نے چپ رہنے کا حکم دیا۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا اتنا ایماندار شخص، جس کے سامنے دو ٹکے کے لوگوں نے فوج کی اور ججوں کی ماں بہن ایک کر دی۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا اتنا ایماندار شخص کہ جسے "ن" لیگ اور پیپلز پارٹی کے مک مکا کا سارا پتا تھا لیکن اس نے لوگوں کو بدھو بنا کر رکھا۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا اتنا ایماندار شخص، جس کو پتا تھا کہ خورشید شاہ، میٹر ریڈر سے 700 ارب کا مالک کیسے بنا لیکن یہ تو ایماندار تھا۔ (مگر خاموش رہا؟) پھر بھی یہ ہی چوہدری ٹھہرے اور ہم ان کے کمی کمین واہ رہے پٹواریو! اور زرداریو! واہ واہ پاکستان کا مطلب کیا کھاپی تے جان بنا۔

راشد منیر

کی وفا ہم سے تو غیر اِس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانئ خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں، پر دیکھئے کیا کہتے ہیں
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں
دل میں آ جائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں
پائے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
خارِ رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں
اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا
آگ مطلوب ہے ہم کو، جو ہَوا کہتے ہیں
دیکھئے لاتی ہے اُس شوخ کی نخوت کیا رنگ
اُس کی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہیں
وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
مر گیا غالبؔ آشفتہ نوا، کہتے ہیں

جناب محترم صاحبزادہ حاجی لشکری رئیسانی صاحب (کوئٹہ)

بصد اداب السلام علیکم

18 مئی 2021ء کو آپ کی طرف منسوب بیان پڑھنے کو ملا۔ کیا خوب بیان ہے یہ۔ اندھیری راتوں میں ٹمٹمانے والے جگنو کے مشابہ ہے۔ پنجابی میں محاورہ ہے کہ لوٹے سے چھلنی نے بولا کہ تم میں سوراخ ہے۔ لوٹا بولا ہاں بہن تم میں تو کوئی سوراخ نہیں ہے اس طرح ایک ننگی عورت نے غریب عورت سے کہا تم اگّا ڈھانپو۔ وہ بولی جا جا بڑی آئی نصیحت کرنے والی۔ پھر یہ محاورہ تو زدِ عام ہے اوروں کو نصیحت خود میاں فصیحت۔ وطنِ عزیز تو پچھتا رہا ہے کہ کن ظالموں سے واسطہ پڑ گیا ہے انہوں نے تو مجھے لِیر لِیر کر دیا ہے اور بری طرح کباڑا کر دیا ہے بلکہ حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

☆ فلسطینیوں کی انہوں نے کیا مدد کرنی ہے۔ اسرائیلیوں کے لوگوں کے سامنے ان کی پُھل جھڑ کی کیا نسبت۔ نہ ان کے پاس ایمان نہ ایقان اور نہ قرآن۔ عقل عمل اور حکمت سے پیدل۔ صرف بندروں کی طرح پٹوسیاں مار سکتے ہیں۔ صیحونی طاقتوں کی یہ کٹھ پُتلیاں کرتب دکھاتی ہیں۔

☆ اپنے دیس میں بسنے والی اقلیتوں پر ان کا ظلم داستبداد خوب چلتا ہے انکے ہاتھوں نہ مندر، نہ مسجد، نہ قبرستان محفوظ ہیں، نعرے، نغمے، ناچ ان کی خوراک ہیں۔ اب ووٹنگ کے لئے الیکٹرانک مشین ان کی ٹیکنالوجی ہے۔ جہاں بابر اعوان، طاہر اشرفؔی اور عاشق اعوان جیسے لوگ ہوں وہاں بے برکتی نہ ہو تو کہا ہو۔ نحوست کی حکمرانی ہے۔ اور یا مقبول تو مسیح ناصریؑ کی جسمانی آمد اور مہدیؑ کی بعثت اور دجّال کی نوید سُنا رہا ہے۔ مُلاں ٹانگیں کھڑی کر کے دُہائی دے رہا ہے کہ کوئی آکے تو دیکھے۔

☆ فلسطینیوں کا خون سڑ رہا ہے اور اُمتِ مسلماں تماشہ دیکھ رہی ہے ان کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو گیا ہے۔ یہ بنجر زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سعید رُوحوں کی پکار کو سُن لے۔ آپ جیسے صاحبِ کردار لوگوں کا سالا رتیار ہو۔ وطن کو بچالے، غازہ کو اُجڑنے سے بچالے۔ حالات ناساز ہیں۔

دُعا کریں۔ والسلام آپ کا ہمنوا۔ (مجید سیالکوٹی U.K)

ممتاز انور کی نعتیہ قطعات کا دیوان

(رئیس اعظم حیدری کولکاتا)

قطعہ کو ہئیت اور معنی کے اعتبار سے قصیدہ یا غزل مسلسل خیال کرنا چاہئیے۔ صرف یہ کہ قصیدہ اور غزل میں مطلع کا ہونا ضروری ہے اور قطعہ میں عموماً مطلع نہیں ہوتا ہے گویا کسی نظم کا پہلا شعر سے پہلا مصرعہ سے قافیہ نہ لانے کے سبب اسے قطعہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب مخزن الفوائد اس کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ''وجہ تسمیہ اش انیست از مصرعہ نخستین مع للعش قافیہ منقطع شدہ والاہم چوں قصیدہ مسلسل است یا غزل و باید کمتر از خود شعر نہ باشد از رباعی ممتازمی شود ازیں معنی کہ در اوزان مقررہ رباعی نہ باشد ''صاحب علم بدیع درزبان فارسی'' سید محمد رضا خانی جواد کے بیان کے مطابق ''بکسر اول صحیح است و درلغت پارۂ از ہر چیز را گویند و در اصطلاح ابیات متحد در وزن قافیہ است کہ تعداد آن از دو بیز کمتر نمی شود سرتا سر قطعہ در بیان یک معنی مقصود و شرح یک فکر مخصوص می باشد ترجمہ (1) ''مخزن الفوائد 156 مطبوعہ مشن پریس الہ آباد 1922ء'' (2) ''علم بدیع در زبان فارسی 318, چاپ تہران''

1۔ جملہ اشعار قصیدہ اور غزل کے مانند ہم وزن و ہم قافیہ ہوں۔

2۔ صیدہ غزل مسلسل مثنوی کی طرح ان میں معنی ربط ہو یعنی مسلسل واقعہ یا مضمون کیا گیا ہو۔

3۔ کم از کم دو شعر ہوں زیادہ کی حدیں متعین نہیں ہیں۔

4۔ شعار کے لئے کسی بحر یا وزن کی تخصیص نہیں ہے لیکن رباعی کے مخصوص بحر و اوزان سے مختلف ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلے تو میں یہی کہوں گا کہ ممتاز انور نے اپنے دیوان کے لئے پوری نعت نہیں کہی ہے انہوں نے قطعہ کا انتخاب کیا اور اس پر ایک ہی بحر و وزن، بحر مضارع مثمن مکفوف محذوف، میں سینکڑوں قطعات کہہ کر اپنا ایک نعتیہ دیوان منصۂ شہود پر لا کر داد و تحسین وصول کر چکے ہیں نعت گوئی کا فن بہت کٹھن ہے نعت کہنا ہر کس و ناکس کے حصے میں نہیں آتا ہے۔ یہ فن دو دھاری تلوار ہے یعنی پل صراط پل سے گزرنے کے مترادف ہے ذرا سی لغزش ہوئی کے بس ثواب کے بدلہ گناہ بٹور لیا۔ یہ وہی معاملہ ہوا کہ بخشوانے گئے روزہ

گلے پڑگئی نماز۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر رہے۔ اس لئے نعت کہنے کے لئے زبان و بیان پر قدرت رکھنی ہوگی کسی قسم کا غلو نہیں ہونا چاہیے ورنہ کام سے گئے۔ آج کل نعت کم کہتے ہیں لوگ غلو زیادہ کرتے ہیں نعت عربی لفظ ہے اسم معرفہ۔ عربی میں اسم معرفہ اسے کہا جاتا ہے جو مخصوص چیزیں ہوتی ہیں جیسے خانہ کعبہ مدینہ منورہ۔ بیت المقدس وغیرہ انگلش میں جسے proper Noun کہا جاتا ہے۔ عربی میں نعت کا معنی (ادب) وہ موزوں کلام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف کی گئی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وشمائل کا بیان ہو نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا ان سے منسوب کسی چیز سے محبت وعقیدت کا اظہار ہو۔ اللہ نے شعراء کے تعلق سے ایک آیت نازل کردی ہے جس میں ان شعراء کے لئے بہت بڑی وعید ہے۔ (والشعراء یتبعھم الغاون ،الم ترانھم فی کل وادیھمون، وانھم یقولون مالا یفعلون۔

ترجمہ: شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ (شاعر (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ مگر یہ باتیں ان شعراء کے لئے نہیں ہیں جو حمد ونعت کہتے ہیں اور لوگوں کو پیغام حق دینے کے لئے اپنے اشعار پیش کرتے ہیں۔ یہ ان شعراء کے لئے وعید ہے جو حمد ونعت میں غلو کے علاوہ اپنی دل بستگی کے لئے حسن وعشق کی شاعری پیش کرتے ہیں اور اپنے اچھے شعروں پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ فارسی وعربی ادب کے حوالے سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ و شیخ سعدی رحمۃ اللہ صوفیائے کرام و بزرگان دین کی جو ادبی خدمات ہیں وہ قابل احترام ہیں وہیں اردو ادب کے حوالے سے ہمارے شعراء حضرات جو ادب کے حوالے سے حمد ونعت کے علاوہ حوصلہ بڑھانے اور پیام حق کے ساتھ ساتھ اپنے اشعار میں اللہ اور رسول کی صفات کو پیش کرکے اردو میں ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ بھی قابل تحسین ہیں انہیں شعراء میں ہمارے ایک ممتاز انور بھی ہیں جن کا تعلق کولکاتا کے مضافات علاقہ کمرہٹی سے ہے جو درس و تدریس کے پیشے سے گارولیا ہائی اسکول اینچ، ایس میں اپنے فرائض کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔ موصوف کی تعلیمی سند بی۔اے (آنرز) ۔ایم...اے (ڈبل) بی ایڈ ہے۔ ہماری ملاقات ان سے 1985ء سے ہے۔ جو اب تک بحال ہے موصوف اپنے منفرد لب ولہجے کے اشعار سے ادبی دنیا میں خوب خوب پہچانے جاتے ہیں کم وبیش غزل نظم نعت بچوں کا ادب 9 کتابوں کے خالق ہیں جن میں ایک بارگاہ رسالت میں نعتیہ قطعات کا دیوان بھی شامل ہے آیئے۔ اس دیوان سے چند قطعات آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ اس سے آپ انکے کلام کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف کا مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع اور گہرا ہے۔ ممتاز انور یوں رقمطراز ہیں۔ دیوان کی ردیف سے پہلے جو ایمان ویقین کی بات قطعہ میں پیش کی ہے۔

اس قطعہ میں دیکھیں۔ مطلع کے ساتھ تبلیغ دین حق ہے یہ ایقان سے پڑھو عشق نبی میں ڈوب کے ایمان سے پڑھو دیوان نعت ہے یہ عقیدت کا سلسلہ اس میں ہے ذکر شاہ امم شان سے پڑھو۔ اس قطع کے اندر موصوف نے بڑے سلیقے سے دعوت وتبلیغ ایمان ویقین شاہ امم کی شان ومرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے جو بات کہی ہے وہ کوزے میں دریا کو سمونے کے مترادف ہے اگر شعر کی تشریح کی جا تو کتنے ورق قلم کی روشنائی سے بھر جائیں گے پھر بھی تشنگی رہ جائے گی یہی ایک شاعر کا کمال فن ہے۔ اخلاق زندگی میں وطیرہ رسول کا کردار ہر لحاظ میں اچھا رسول کا تاریخ میں رسول کی باتیں حدیث پاک قرآن آئینہ ہے سراپا رسول کا۔ اب اس قطعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر جو روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں دورائے نہیں ہے کہ سارے پیغمبروں کا کردار ایک پلڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو ہمارے رسول مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا پلڑا بھاری پڑ جائے گا۔ کردار کے تعلق سے ایک واقعہ پیش کررہا ہوں اسے دیکھیں جس راستے سے حضور پاک صلی علیہ وسلم۔ کعبہ جاتے تھے اس راستے میں ایک بڑھیا کا مکان تھا۔ جب حضور پاک صلی علیہ وسلم۔ گزرتے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ بڑھیا کوڑا پھینک دیا کرتی تھی ایک روز بڑھیا بیمار پڑ گئی تو حضور پاک صلی علیہ وسلم بڑھیا کی عیادت کرنے کو گئے بڑھیا حضور پاک صلی علیہ وسلم کو دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ جس شخص پر ہم روز کوڑا پھینکتے تھے وہ کچھ نہیں کہتے تھے اور وہ اپنے دامن کو جھاڑ کر چل دیتے تھے۔ آج میں بیمار ہوں تو وہی شخص میری عیادت کو آئے ہیں یہ دیکھ کر بڑھیا ایمان لے آئی یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار تھا۔ حج بیت اللہ کی زیارت اور

حج کرنے گیا تو وہ مکان کی جگہ کو میں نے چشم دید دیکھا گرچہ ابھی وہ مکان نہیں ہے وہاں بلڈنگ بن گئی ہے مجھے یہ شرف حاصل ہے۔موصوف نے جہاں خوبصورت پیرائے میں سرکار دوعالم کی شان میں مدح سرائی کی ہے ہیں اپنے شاعرانہ وفنکارانہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا ہے سہل بیانی کا بھی خوب ثبوت پیش کیا ہے۔اس شعر کو دیکھیں اعلی تھا شاندار تھا سرکار کا لباس سنتا ہوں وضع دار تھا سرکار کا لباس سب لوگ دیکھتے تھے بڑے احترام سے ہر طور پر وقار تھا سرکار کا لباس کتنا سچا اور آسان لفظوں میں یہ شعر ہے جو کوئی بھی بڑھ لے وہ فوراً سمجھ لے کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی کیونکہ اس میں ایسے کوئی ثقیل الفاظ نہیں ہیں جو سمجھنے کے لئے لغت کا سہارا لیا جائے اس میں دورائے نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس ایسا تھا کہ جہاں پہن کر چلے جائیں بیٹھ جائیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی وہ لباس آج بھی عربی لوگ استعمال کرتے ہیں اصل میں یہی اسلامی لباس ہے۔آج یہود و نصاری کا لباس کوٹ پینٹ پہننے والوں سے پوچھیں کہ اس لباس میں کتنی پریشانیاں ہیں ۔اسطرح کے بہت اشعار موصوف نے کہے ہیں۔اب اس شعر کو دیکھیں۔ مقبول خاص وعا ہے۔شمس الضحیٰ کی بات زندہ شریعتوں میں ہے۔نورالہدی کی بات سرکار کی زباں سے خدا کا کلام ہے یعنی خدا کی بات جو ہے مصطفی کی بات ہے۔شان خسروی میں خدا کا پیام صبح رکھتی ہے۔دسترس میں ہی دن کا نظام صبح اپنائی جس کسی نے بھی سنت رسول کرتی ہے زندگانی میں اسکی قیام صبح... ہرگز نہ دل سے عشق رسالت ہوا بعید پکی عقیدتوں میں ہی چاہت رہی شدید ہم سب کا تو اسی پہ ہے ایمان یا رسول کار ثواب آپ کی ہے گفت اور شنید...موصوف نے اپنے عقیدے کو اس شعر بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے ساعت فرمائیں میں عشق مصطفائی میں ڈوبا رہا فقط آتا ہے گا کام تو یہ سلسلہ فقط چھوٹے نہ ہاتھ سے یہ کبھی دامن رسول ہوگا بروز حشر یہی آسرا فقط قینی بات ہے ہم جیسے انسان ہر وقت گناہوں میں ڈوبے پڑے ہیں۔مگر بروز حشر اللہ کے رسول اپنی امت کے لوگوں کو بخشوانے کے لئے اللہ سے سفارش کریں گے یہی ہملوگوں کے لئے نجات کا راستہ ہے اسی بات کو موصوف نے اپنے قطعہ میں آسانی سے کہکر نجات کا راستہ نکال لیا ہے۔مایوسی کفر ہے۔گرچہ ہم لوگوں کا عمل قابل قبول نہیں ہے تو کیا ہوا ہم لوگ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوبے رہیں گے تو اللہ آپ کو بخش دے گا وہ رحیم وکریم ہے ہاں شرک وبدعت والوں کی بخشائش نہیں ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں۔دیکھیئے بہت سے لوگوں کا معاملہ ایسا ہے کہ چہرے مہرے سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ وہ کتنے بڑے عاشق رسول ہیں مگر دل کی بات اللہ ہی جانتا ہے...ہر چند کہ قطعہ،صرف دو اشعار کا بھی ہوتا ہے لیکن اردو شعراء کے دواوین میں طویل قطعات بھی کثرت سے ملتے ہیں چنانچہ غالب کی یہ مسلسل غزل اے واردانِ تازہ ہوائے دلزنہار!! اگر تمہیں ہوس نا ؤنوش ہے جو کہ مطلع سے عاری ہے اور جس میں آٹھ اشعار ہیں مضمون کی یک رنگی کے سبب قطع کے تحت آتی ہے اس طرح غالب کی جس غزل مسلسل کا مقطع ہے۔رکھیو غالب مجھے اس نوائی میں معاف۔آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے''وہ بھی مطلع نہ رکھنے اور معنوی تسلسل کے سبب قطع ہی کہلائے گی (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)...موصوف کے قطعات کا جب ہم نے بغور مطالعہ کیا تو ایک بات جونظر آئی۔وہ یہ کہ انکے سارے قطعات قریب قریب مطلع کے ساتھ ہے۔

اگر رباعی کے وزن میں قطعات کہے جاتے تو دیوان قطعات کی جگہ دیوان رباعیات ہوجاتا۔بہرحال ممتاز انور نے جس پیرائے میں بہت ہی خوبصورتی محنت اور لگن سے حضور پاک صلی علیہ کی شان ومرتبہ میں نعتیہ قطعات کا نذرانہ جو پیش کیا ہے وہ قابل تعریف ہی نہیں قابل ستائش ہے اللہ انکی محنتوں کو قبول کرے...شعر کہنا اتنا آسان نہیں ہے اس میں خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ھے تب جاکر صفحہ قرطاس پر شعر نظر آتا ہے یہاں تو پورے بورے دیوان کی بات ہے۔ممتاز انور کا کتنا خونِ جگر جلا ہوگا یہ ممتاز انور صاحب ہی بتا سکتے ہیں ہمارا تو ایک شعر میں ایک پاؤ خون جلتا ہے۔اس میں دورائے نہیں ہے کہ موصوف کی شاعری کے تعلق سے یہی کہوں گا اگر کہیں کوئی خامی نہیں ہے تو صرف صرف کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ورنہ ہر کی کتاب میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہیں اس سے موصوف بھی بری الذمہ نہیں ہیں ممتاز انور کی (نعتیہ قطعات کا دیوان) نسخہ ادب میں ایک اور سرمایۂ ادب میں اضافہ ہے امید ہے کہ اسے قاری اپنے ذہن کے گوشے میں رکھیں گے۔میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ ممتاز انور کی علمی بصیرت میں اضافہ کرے اور اردو کی خدمت کرنے کا موقع فراہم کرے آمین میں اپنی بات اس شعر کے ساتھ۔ختم کرتا بہت محال ہے اسکی نظر سے بچنا ئیں جو شخص اپنی نظر مثل زاغ رکھتا ہے۔

اپنی خاص صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں

مبشر شہزاد (گلاسگو)

نوجوانی میں اپنی خاص صلاحیت سے آگاہی اور اس سے استفادے کی راہ میں بسا اوقات امیری اور غریبی دونوں ہی سد راہ بنتی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ امیر نوجوانوں نے دولت کی فراوانی کے پیش نظر اپنی مخصوص صلاحیت سے آگاہ ہونے اور اسے بروئے کار لانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور بھٹکتے رہے جبکہ بعض غریب نوجوان اپنی غریبی اور وسائل کی کمی کے شدید احساس سے اس قدر مایوس ہوگئے کہ انہوں نے اپنی ذاتی صلاحیت کو بروئے کار لانے میں غفلت برتی اور ترقی نہ کر پائے۔ چنانچہ نہ تو دولت کی فراوانی کو اور نہ ہی وسائل کی کمی کو اپنی ترقی کی راہ میں حائل ہونے دینا چاہیئے دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہوتی ہیں مگر وہ شرم و حجاب کی وجہ سے بہت سے نااہل لوگوں سے بھی پیچھے رہ جاتے ہیں اس طرح وہ گھاٹے میں رہتے ہیں۔ اعلیٰ صلاحیتیں آپ کیلئے الٰہی عطیہ ہیں اور پھر خدا تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کا ہر موقع محل کے مناسب حال اظہار ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص ایک ہزار پونڈ ماہوار پا رہا ہو اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے کہ اسے سادگی خیال کرنے لگ جائے تو اسے لوگ پاگل کہیں گے یا بخیل۔

پس اس امر کی طرف خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے اگر انسان خود کوشش کرے اور اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لیتا رہے تو اس کیلئے ابھرنے اور ترقی کرنے کے مکانات زیادہ یقینی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اس کے اندر زیادہ سے زیادہ کوشش اور جدوجہد کا جذبہ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ سارا کام بغیر کسی نام و نمود کی خواہش کے اور بلاخوف و حجاب ہونا چاہیئے پس اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو دبنے نہ دیں بلکہ انہیں اُجاگر کرنے کیلئے حکمت عملی سے کام لیں۔ اپنی ذات کا مشاہدہ و مطالعہ کر کے اپنی شخصیت کے اس خاص پہلو اور خاص صلاحیت کے بارے میں شناسائی حاصل کی جائے اور اسے بروئے کار لا کر ارادی کوششوں سے فروغ دے کر کما حقہ استفادہ کیا جائے ورنہ زندگی یونہی گزر جاتی ہے اور کچھ بننے اور دنیا میں نام پیدا کرنے کے مواقع محض اپنی کوتاہی سے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی خاص طور پر اہم ہے کہ اپنی خاص صلاحیتوں سے آگاہی بھی وقت پر تو بات بنتی ہے۔ ورنہ پچھلی عمر میں جا کر اپنی خاص صلاحیتوں کا علم بھی ہو جائے تو بروئے کار لانے کیلئے وقت کہاں سے آئے گا۔

چنانچہ کوشش کرنی چاہیئے کہ بیس سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے نہ صرف اس خاص صلاحیت کا علم ہو جائے بلکہ اس کے فروغ کیلئے مناسب تگ و دو بھی شروع ہو چکی ہو۔ جب کوئی شخص کچھ کرنے اور کچھ بننے کا تہیہ کر لیتا ہے۔ تو اس کے اندر ایک خاص لگن پیدا ہو جاتی ہے جس کی موجودگی میں وہ جو بھی ارادہ کرتا ہے اور اس کی تکمیل بھی کر لیتا ہے۔ اس کی خواہشات تجاوز کا روپ دھارنے لگتی ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو سراہنے لگتا ہے وہ خود اعتمادی کے ساتھ مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سمجھنے کی بات یہی ہے کہ تنہا خواہشات سے تو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ خوشی مل سکتی ہے البتہ ناکامی کی صورت میں ایسی خواہشات ناخوشی کا باعث ضرور بنتی ہیں۔ اکثر و بیشتر قوت ارادی اور مستقل مزاجی سے اپنی خواہشات کی حقیقت کے روپ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

جب تک کوئی واضح مقصد نہ بن جائے۔ خواہشات انسان کو پریشان رکھتی ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا کرتی ہیں وہ بے چینی کے عالم میں پیشے بدلتا ہے ملازمتیں تبدیل کرتا ہے اور ایک وقت آتا ہے جب ہر چیز سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔ جو شخص وقتی مشکلات سے گھبرا کر پیشے اور ملازمتیں بدلتا ہے وہ بالآخر کچھ بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے سامنے کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا وہ نہیں جانتا کہ زندگی کے کس میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنی چاہیئے وہ نہیں سمجھتا کہ اسے اپنی تمام تر توجہ اس کام پر مبذول رکھنی چاہیئے جس کے بارے میں وہ کچھ جانتا ہے اور جس کی خاطر وہ مشکلات برداشت کرنے کو بھی تیار ہے۔ کسی ایک پیشے یا ملازمت سے اکتاہٹ پیدا ہونے لگے تو اس میں تبدیلی کی بجائے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے مناسب اصلاح اور مسلسل جدوجہد سے اس پیشے میں نام پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جب ہم اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں تو قصور پیشے یا ملازمت کا نہیں ہمارا اپنا ہوتا ہے۔ جب ہم کسی کام کو محض مشینی انداز میں کرنے لگیں اور سیکھنے سمجھنے اور ذہنی تعمیر کی مسلسل کوشش ترک کر دیں تو اکتاہٹ اور بیزاری کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے اور ہم سست پڑ جاتے ہیں۔ اگر اکتاہٹ اور بیزاری کے اس عالم میں ہم اس کام سے بھی مشکل تر کسی کام کو کرنے کیلئے آمادہ ہوں۔ تو تبدیلی کی یہ خواہش اچھی علامت ہے مگر عموماً یہی بہتر ہے کہ جو کچھ جانتے ہیں اس سے وابستہ رہیں۔ اگر آپ خلوص دل سے سمجھتے ہیں کہ آپ ذہنی یا جسمانی طور پر کسی خاص کام یا پیشے سے لئے موزوں نہیں ہیں تو لاکھ کوشش کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ اپنے پیشے یا کام کو فوراً بدل ڈالیں آپ کے حق میں یہی بہتر ہے۔

***

شعاعِ نور

(نظم کے اُفق پر اُبھرتا ہوا درخشاں ستارہ)

تمثیلہ لطیف

کسی بھی ملک کا ادب اسکے حالات اسکی حکومت اور اس کے افراد کے احوال کا آئینہ دار ہوتا ہے...ہر ملک کا قلمکار اور دانشور اپنے طبقے کی نمائندگی اپنے احساسات وجذبات میں بیان کرتا ہے...اور لکھنے والے کی قلم روانی کے ایسے ایسے جوہر دکھاتی ہے کہ انسانی عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے...جبکہ لکھنے والے بذاتِ خود سراپا حیات انسان کی صورت موجود ہوتے ہیں...ایک انتہائی خوبصورت نظم لکھنے والی معصومیت سے بھرپور جذبات و احساسات کی چاشنی بکھیرنے والی اور اپنے دلوں سے دنگ کرنے والی ایک ایسی ہستی ایک ایسی شخصیت جو کبھی بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہوسکتی...جی ایک اُبھرتا ہوا درخشاں ستارہ اندھیروں میں چمکتے جگنو کی طرح ادب میں بھی موجود نظم گوئی کا ایسا نام جن کو جانے والے بہت کم ہیں اور پڑھنے والے بے شمار جن کی نظم گوئی کی مہارت تاریخ میں رقم کی جائے گی انشاءاللہ تحصیل وضلع لاہور سے تعلق رکھنے والی شاعرہ جنہوں نے ابتدائی تعلیم سے لے کر کالج کی تعلیم اور ہومیو پیتھک ڈاکٹری کی تعلیم لاہور سے ہی حاصل کی...ایک گروپ میں مجھے ان کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا اکثر ان کی نظمیں خون کے آنسو رُلا دیتی سوچوں میں ایک جنگ چلتی کے کیا اپنائیت اور احساسات کی ترجمانی اتنے بہترین انداز میں بھی کوئی کرسکتا ہے...شعاع نور کو ادب اپنے گھر سے ملا مشہور و معروف شاعر رفیع رضا کی لاڈلی اور چھوٹی بہن کا شرف حاصل ہے رفیع رضا ایک بہادر اور ذہین شخصیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک با اُصول شہری با اُصول شخصیت ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں انہوں نے ہمیشہ برائی کے پردے چاک کیے غریبوں سے بھلائی کی خدمت خلق میں وہ ہر لمحہ کوشاں رہتے ہیں ہر آئے دن بے شمار چینلز پر آن ائیر ان کے انٹرویوز چلتے ہیں...ان کی ادبی سماجی اور معاشرتی خدمات کو کسی بھی طور فراموش نہیں کیا جا سکتا۔۔۔شعاعِ نور کی نظم گوئی پر لکھنے کا میرا ارمان تھا کہ میں اپنے الفاظ کو ان کی نظم گوئی کے شایانِ شان کیسے رقم کروں یوں تو شعاع نور نے نظم کے ساتھ غزلیں بھی لکھی مگر میں یہاں صرف ان کی نظموں کی ہی بات کروں گی شعاعِ نور نے نظم میں اپنا ایک منفرد نام و مقام بنایا اور اس مقام کو مستحکم کرنے کے لیے ان کی جدوجہد قابل تعریف ہے۔۔۔وہ طویل نظموں کی لکھاری ہیں اور کمال کے خیالات جذبات کو باآسانی بیان کرنے کا ہنر جانتی ہیں...شعاعِ نور نے بچپن سے ہی لکھنے کا فن اجاگر کر دیا ان کا پہلا شعر یہ مرا رنگ جنوں ہے اسے پابند نہ کر یہ جو منظر پہ اتر آیا تو خوں چھلیے گا۔

شعاعِ نور کے اشعار غزلیں اور نظمیں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہ کس حد تک ادب سے سنجیدگی اختیار کئے ہوئی ہیں میں اس بات کو کچھ اس طرح بھی کہنا چاہوں گی کہ ان کے اب تک کے ادبی سفر نے ان کے فن کے خدوخال نہ صرف عیاں کیے ہیں بلکہ آئندہ کی وضاحت بھی کسی حد تک کر دیہے...وہ ایک ہی مخصوص انداز اور طرزِ بیاں پر بات کرنے کی قائل نہیں ہیں ان کی نظمیں اپنے موضوعات اور بیانیے کی مضبوطی جیسی اضافی خوبیوں سے مزین ہیں وہ معاشرتی حقیقت نگاری سماجی صورتِ حال ہنگامی موضوعات پر بات کرتے ہوئے بھی ان کی قوتِ اظہارِ نفاست اور سلیقے سے عاری نہیں ہوتی۔شعاعِ نور کی نظمیں حیرت انگیز طور پر اداسی سے دور ہیں اس میں ان کے مزاج اور موضوعات کی نوعیت کا بھی اہم کردار شامل ہے۔اگر میں ان کی طویل نظموں کو دورانِ تحریر نمونے کے طور پر بھی پیش کروں تو ان کی ادبی قابلیت کو بیان کرنے کے لیے میرے الفاظ کم رہ جائیں گے شعاعِ نور کی نظمیں کسی تنقیدی سہارے کی بالکل بھی محتاج نہیں اور اس میں شعاعِ نور کے تخلیقی ذہن کا کمال ہے۔نظم کو علمی اور فکری بنیادوں پر استحکام بخشنے والوں میں شعاعِ نور کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔۔

انٹرنیشنل نیوز پیپر اور قرطاس جیسے ادبی اخبارات میں شعاعِ نور کی نظموں کو نمایاں مقام حاصل ہے ادب کے ساتھ سنجیدہ وابستگی رکھنے والے فنکار ہی دراصل اس حثیت اور اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جو شاعری کی مروجہ لفظیات وتراکیب استعمال کرتے ہوئے اپنے احساسات کی ترجمانی کا کچھ ایسا انداز اپناتے ہیں کہ کئی نئی تراکیبیں سامنے آتی ہیں اور جذبات و کیفیات کو اظہار کا ایک مضبوط وسیلہ عطا ہوتا ہے آج کے ادب کی یہ خوش قسمتی ہے کہ شعاعِ نور اپنے فنی سفر کی ابتدا سے ہی ایک سنجیدہ نظم نگار کے طور پر اپنی پہچان اور مقام بنانے میں کامیاب ہیں شعاعِ نور ایک ایسے روشن ستارے کی طرح منظر پر جگمگا رہی ہیں جو نہ صرف اپنے مقام سے واقف ہیں بلکہ وہ اس قابلیت کی بھی مالک ہیں کہ دوسروں کو اس مقام کی بابت باور کرا سکیں انہیں احساس دلا سکیں کہ حقیقت میں اور فرض کی ہوئی باتوں میں کتنا فرق ہوتا ہے

بے شمار موضوعات پر کہی گئی نظمیں ان کے فن کے ارتقائی مراحل کی گواہ ہیں قاری ان کی نظموں کو اپنائیت احساس میں ڈوب کر نظم کے مفہوم کو با آسانی سمجھ سکتا ہے شعاعِ نور کی کی نظمیں ہر پڑھنے والا سراہے بنا نہیں رہ لفظیات کے چناؤ کا ایسا سمندر ان کے پاس موجود ہے کے پڑھنے والے کو اس گہرائی میں غوطہ لگانا ہی پڑتا ہے۔شعاع نور کی نظمیں پڑھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نظم صرف اور صرف عقل سے ماورا باتوں کی گرہ کشائی کرنے کا نام ہر گز نہیں۔شعاعِ نور نے سادہ لفظی میں مشکل پسندی کی ایک نئی راہ بھی دریافت کی ہے دراصل یہ راہ اس نظم نگار اس لئے بھی اپنائی کہ انہیں اپنے پورا فنکار ہونے کا بخوبی یقین ہے۔شعاعِ نور اپنی لفظیات استعارات تراکیب اور تلازمات سے نظموں کی ایسی فضا قائم کر دیتی ہیں کہ نو مولود لفظ بھی نئے مفاہیم کے ساتھ بلوغت کے حلقہ ارادت میں شمولیت پر مصر ہوئے اور بے رنگی اپنے خاص رنگ دکھاتی نظر آتی ہے اس راہ کے مسافروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور جو ہیں انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو بھی عجیب مشکل میں ڈال دیا۔شعاعِ نور نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ وہ انہی میں سے ایک ہیں جو خود تو مشکلوں میں پڑ کر آسانیاں تلاش کرنے کا فن جانتی ہیں۔۔لیکن اپنے بعد آنے والوں کو بھی آسانی سے بیٹھنے نہیں دیں گی...شعاعِ نور ایک مکمل پختہ نظم نگار ہیں نظم سے دلی ہمدردیاں رکھنے والوں سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ مکمل نظم نگار کس حثیت اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے...اسی کے ساتھ میں میں ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں کہ نظم گوئی کا درخشاں ستارہ بن کر چمکیں

آفتاب شاہ

ہماری قوم حل کی بجائے باتوں کا پرچار خوب کرتی ہے۔اور باتوں میں ہم سے جیتنا شاید ہی کسی کو آتا ہو۔داستانوں کے ایسے شوقین ہیں کہ سچائی کو کہانی اور داستان کو سچ بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔پرانے واقعات کو سنا کر دادِ آفرین دینے کا ہنر ہم سے زیادہ شاید ہی کسی کے حصے میں آیا ہو۔لاحاصل بحث میں ہم سے کوئی گورا یا کالا جیت کر دکھائے تو جانیں۔لیکن کوئی ہم سے ایجادات کی بات کرے یا ترقی کی علم کی سائنس کی تو ہمیں یاد آتا ہے ترقی تو ہمارے آباؤ اجداد نے کی تھی ہائے اب ہم ان جیسے تو ہونے سے رہے۔اور یہاں بھی ہم باتوں سے سائنس،علم،جدت اور ترقی کو شکست دے کر دنیا سے پیچھے رہنے کا اعزاز برقرار رکھتے ہیں کیونکہ ہم کام سے زیادہ گفتار پہ یقین رکھتے ہیں۔

آفتاب شاہ

جنریشن گیپ مغرب کی وہ اصطلاح ہے جس نے پوری دنیا کو متاثر کیا اور اس کا واویلا ان جگہوں پر بھی سننے میں آیا جہاں پر خاندانی نظام کامیابی سے چل رہا تھا۔مغرب میں جنریشن گیپ کی ایک وجہ بے تکلفی اور والدین کی وہ دوستی ہے جو بچے کو والدین کے وہ عیب بھی دکھا دیتی ہے جس سے اولاد ان کو اوتار کی بجائے عام انسانوں کی طرح ہی سمجھنے لگتی ہے۔محبت سے پیدا ہونے والی عقیدت کا بت آغاز میں ہی پاش پاش ہو جاتا ہے لیکن یہ عمل ہمارے معاشرے میں سست روی کا اس لیے شکار ہے کیونکہ باپ دوست، مددگار اور ہمدرد بھی رہتا ہے اور جوانی تک چھینٹی لگانے کا حق بھی محفوظ رکھتا ہے جو بچہ جوانی تک باپ سے جوتے کھالے اور ماں سے دو ہتھڑ لگوا لے اس کا معاشرہ کبھی جنریشن گیپ کی علت سے عارضی موت نہیں مرے گا کیونکہ عقیدت کا سر وہاں ہی جھکتا ہے جہاں رشتے ایمان کی حد تک دلوں میں سرائیت کر جاتے ہیں۔

***

ڈاکٹر ظفر جاذب

وہ چاند چہرہ مجھے پکارے تو میں سکندر
وہ دل نہیں مجھ پہ جان وارے تو میں سکندر
حسین آنکھیں نہیں ہے جن کی مثال کوئی
اگر یہ مجھ کو کریں اشارے تو میں سکندر
بس اک ستارہ میں اپنے مالک سے مانگتا ہوں
وہ میرے آنگن وہی اتارے تو میں سکندر
تمھی ہو جس کی وفائیں میرا ہیں اک اثاثہ
اگر وہ کہہ دے یہ میرے بارے تو میں سکندر
اسی کی خاطر کروں یہ کوشش کہ آسماں سے
میں توڑ لاؤں جو چاند تارے تو میں سکندر
میں اس کو جیتوں خدا کرے مجھ پہ مہربانی
جو ہار جائیں رقیب سارے تو میں سکندر

ایک تبصرہ

ڈاکٹر اسرار نے ایک بیان میں کہا کہ سندھ سے خلافت کا آغاز ہونا چاہیے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ سندھ کی غیور عوام نے انگریز کے اقتدار کو کبھی بھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔ پنجاب اور سرحد میں بہترین کالج اور سکول بنا دیئے مگر انگریز نے ایک سکول سندھ میں نہیں بنایا اسلئے کہ انگریز یہ جانتا تھا کہ سندھی ہمارے وفادار نہیں ہو سکتے۔ (نہری نظام سے پنجاب کو آباد اور سندھ کو برباد کیا گیا تھا) اب بحریہ ٹاؤن کے ذریعے سندھیوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ اور کراچی کی عوام کو پانی سے محروم کیا جا رہا ہے۔ کراچی میں پولیس اور رینجرز امن وامان کی بحالی اور پانی بیچنے کے مافیا میں شریک ہیں اور عوام بھی کربلا کی جانب جا رہی ہے۔ کراچی پاکستان و سندھ کا دارالخلافہ تھا جو منی پاکستان ہے۔ پختون، بلوچ، سندھی، پنجابی اور ہندوستان سے آنیوالے مہاجر کی بڑی تعداد یہاں آباد ہے۔ سندھ کے شہری و دیہی علاقوں میں سندھی مہاجر تعصّبات بھڑکانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ (MQM) کے دور میں امن کمیٹی کے بانی وزیر داخلہ سندھ ذوالفقار مرزا نے قرآن سر پر رکھ کر (MQM) کو غدار قرار دیا تھا۔ آج مرزا کی بیگم فہمیدہ مرزا اور (MQM) رہنماؤں کا تحریک انصاف کی حکومت میں اتحاد قائم ہے۔ الطاف حسین آئے روز فوج کو دعوت دیتا تھا کہ جمہوری حکومت ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کرلو۔ پھر فوج کو ننگی گالیاں دیکر دوسری قوموں کو پنجاب اور فوج کے خلاف بھی للکارنے کا کام جاری رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی غلیظ گالیوں سے نوازتا رہا ہے لیکن ہر انسان میں کچھ خوبیاں اور کچھ خامیاں ہوتی ہیں۔ کراچی کی عوام کو اگر (MQM) کے کارکنوں کا تحفظ حاصل نہ ہوتا تو دوسری قومیتیں اور طالبان نے مہاجروں کا برا حشر کر دینا تھا۔ پختونوں کی آبادی والے علاقوں میں طالبان نے کھلم کھلا اپنے فیصلے اور لوگوں سے بھتے وصول کرنا شروع کئے تھے۔

بڑے بڑے لوگوں کو بھی کراچی میں ہماری ریاست تحفظ نہیں دے سکتی تھی۔ سندھ کی قوم پرست پارٹیوں کو کنٹرول کرنے کیلئے پیپلز پارٹی کو استعمال کیا جاتا ہے اور پیپلز پارٹی کو کنٹرول کرنے کیلئے (MQM) کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا سرکار کے کرنے کا کام یہی ہے؟

اردو ہماری قومی، دنیا کی اہم زبان ہے جس کو ہندوستان، افغانستان اور عرب امارات کے علاوہ دنیا میں اہمیت حاصل ہے۔ کراچی کی ڈھائی سے تین کروڑ آبادی کے علاوہ بہت ٹی وی چینلوں کے ذریعے مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے اربوں لوگ اس کو سمجھتے ہیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں اسکا بہت اہم کردار ہے۔ سندھ اور پاکستان کے اکثر چھوٹے بڑے شہروں میں مہاجر ایک بڑی تعداد میں رہتے ہیں جن کے آباؤاجداد نے اسلئے ہجرت کی تھی کہ یہاں اسلام نافذ ہوگا۔ یہاں اسلام تو دور کی بات ہے ایسا انصاف بھی نہیں مل رہا ہے جو کسی بھی ریاست کا بنیادی تقاضہ ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنی کتابوں فقہی مقالات اور تکملہ فتح الملہم سے سورہ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کے جواز کی عبارات نکال دینے کا اعلان کیا مگر پھر وزیراعظم عمران خان کے نکاح خواں مفتی سعید خان نے اپنی کتاب ''ریزہ الماس'' میں سورہ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کا جواز لکھا۔ اگر عوام کو مدارس کے نصاب کی بیہودگی اور حلالے کا پتہ چل گیا تو مفتی عزیز کو بھول جائیں گے!

جب ہم نے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کی کتاب فقہی مقالات کی عبارت پیش کی جس میں فقہ حنفی کا یہ مسلک لکھا تھا کہ اگر ناک سے نکسیر پھوٹ جائے تو اسکے خون سے سورۃ فاتحہ کو پیشانی پر لکھنا جائز ہے اور اگر پیشاب سے لکھا جائے اور یہ یقین ہو کہ علاج ہو جایئگا تو جائز ہے۔ مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب میں صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس کا حوالہ دیا۔ حالانکہ یہ فتاویٰ شامیہ اور فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے۔ (MQM) کے ڈاکٹر فاروق ستار سے سیکٹر انچارج تک سب نے اس مسئلے پر مفتی تقی عثمانی کی زبردست مخالف کردی۔ تحریک انصاف کے قائد عمران خان کو ہم نے آگاہ کیا۔ جماعت اسلامی سے نکل کر تحریک انصاف میں شامل ہونیوالے رہنماؤں نے عمران خان کو اس پر ردِعمل سے روک دیا تھا۔ جب مفتی تقی عثمانی پر عوام کا شدید دباؤ بڑھ گیا تو اس نے روزنامہ اسلام میں ایک مضمون شائع کیا جس میں اس مسئلے سے لاتعلقی کا اعلان کردیا اور اپنی دونوں کتابوں فقہی مقالات اور عربی کتاب تکملہ فتح الملہم سے اس کو نکالنے کا اعلان کردیا۔ پھر ایک چھوٹا سا اشتہار طرح کا بیان شائع کردیا کہ مجھ پر کچھ لوگ بہتان لگا رہے ہیں وہ اللہ کا خوف کریں۔ اور ہفت روزہ ضربِ مؤمن میں دونوں تحریریں ایک ہی شمارے

میں شائع ہوگئیں۔ جب مفتی عبدالرحیم نے کہا کہ مفتی تقی عثمانی کو برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیر نے اپنا مشیر مقرر کیا اور علی میاں ابوالحسن علی ندوی آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ کے انتظامی بورڈ میں شامل تھے تو مفتی تقی عثمانی نے دونوں باتوں کے جھوٹ ہونے کی وضاحت کردی تھی حاجی محمد عثمان اللہ والے پر ناجائز فتویٰ لگانے پر علماء نے زوال کا سفر شروع کیا اور مفتی عزیز الرحمن کا اسکینڈل اس کی انتہاء نہیں بلکہ یہ تو ابتداءِ ذلت ہے۔ روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟۔ حلالہ اور مدارس کے نصاب کا پول کھلے گا تو لوگ اسلام کے نام پر عوام کا استحصال دیکھ کر حیران ہونگے کہ جہالت، مفاد پرستی، غیر اخلاقی حرکتوں، بیہودگی اور ناشائستہ وناز یبا معاملے کا یہ گرا ہوا معیار ہے؟ حاجی محمد عثمان معروف شیخ طریقت تھے جن سے کراچی کے کئی بڑے مدارس کے بڑے علماء بیعت تھے۔

مفتی تقی عثمانی کے استاذ مولانا عبدالحق اور دارالعلوم کراچی کے مولانا اشفاق احمد قاسمی فاضل دیوبند بھی بیعت تھے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم مفتی احمد الرحمن اور مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی وہاں آتے جاتے تھے۔ مولانا فضل محمد استاذ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی بھی حاجی عثمان سے بیعت تھے اور جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کے ایک استاذ بھی بیعت تھے۔ کور کمانڈر نصیر اختر، جنرل خواجہ ضیاء الدین بٹ اور کئی بریگیڈئیر بھی بیعت تھے۔ الائنس موٹرز کا اسکینڈل آنے سے پہلے یہ پتہ چل گیا کہ حاجی عثمان کو حبسِ بے جا میں رکھا گیا ہے۔ پھر ان پر بہت ہی ناممکن قسم کے الزامات لگا کر فتویٰ لگایا گیا۔ جن میں مفتی عبدالرحیم سمیت بڑے علماء ومفتیان بری طرح پھنس گئے۔ آج بھی حقائق سب کے سامنے لائے جاسکتے ہیں۔ ہم نے اس وقت پہاڑوں سے زیادہ مضبوط مدارس کے قلعوں کو بدترین شکست دیدی تھی۔ سندھ کی انفارمیشن سکریٹری مہتاب راشدی تک ہمارے اخبار کی شکایت پہنچی کہ مفتی تقی عثمانی کے خلاف سورۃ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کو جائز قرار دینے کی بات شہہ سرخی سے شائع کردی۔ حقائق بتانے پر اس نے پیشکش کردی کہ وزارت داخلہ سے سکیورٹی کیلئے پولیس گارڈ کا لکھ دوں گی لیکن ہم نے منع کردیا۔ ہماری ذاتیات کا معاملہ نہیں۔ بہت بڑی تعداد میں لوگ مذہب کے نام پر غلط استعمال ہورہے ہیں، جنکا غیر فطری استحصال ہورہا ہے اور جن کو اسلام کے نام پر جہالتوں کے اندھیرے میں دھکیلا جارہا ہے۔ جنگ اخبار میں آپ کے مسائل اور ان کا حل میں یہ بات شائع ہوئی کہ اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے تو دوسرے کیلئے اس کا دیکھنا کیوں جائز نہیں ہے؟۔ مولانا سعید احمد جلالپوری رئیس دارالافتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی نے جواب دیا تھا کہ ایک کے فوت ہونے کے بعد دوسرا اجنبی بن جاتا ہے۔

اردو زبان اور کراچی میں زیادہ تعداد کی وجہ سے انقلاب کا پہلا حق کراچی والوں کا بنتا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کی ہدایت تھی کہ اگر ہوسکے تو کراچی کو مرکز بنائیں، نہیں تو پھر شکار پور سندھ کو اسلام کی احیاء کیلئے اپنا مرکز بنالیں۔ ہمارا کراچی کے بعد مرکز ملتان اور شکار پور میں منتقل ہوا تھا۔ اگر حاجی عثمان پر فتوے نہ لگتے تو علماء کے خلوص پر شک نہ رہتا لیکن ہمارا اصل ہدف صرف اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے!

میری ایک بیگم شکار پور کی سندھی، دوسری تربت کی بلوچ، دو بہو مہاجر اور ایک کشمیری ہے۔ سندھی، مہاجر اور بلوچ میں یہ بات ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہو تو دوسرے کیلئے وہ اجنبی ہے اور اس پر عمل بھی ہورہا ہے۔ مفتی طارق مسعود کہتا ہے کہ بیوی فوت ہو تو اس کا شوہر قبر میں اس کو نہ اُتارے بلکہ اسکے محرم بھائی اور بیٹے اُتاریں لیکن اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے کہ قبر سے اُٹھنے کے بعد بھی میاں بیوی کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ اس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے۔ جس طرح دیگر رشتے قائم ہونگے اسی طرح بیوی کا رشتہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اگر بیوی کا رشتہ قائم نہیں رہتا ہے تو پھر علماء کی بیگمات کیساتھ اجنبی مردوں کو کیوں جوڑا جاتا ہے کہ قبر کی تختی پر زوجہ فلاں مفتی اعظم اور زوجہ فلاں مولانا۔ حضرت عائشہ سے نبی نے فرمایا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہوگئیں تو میں غسل دوں گا۔ حضرت ابوبکر کی میت کو آپ کی زوجہ نے غسل دیا اور حضرت علی کی میت کو حضرت فاطمہ نے غسل دیا۔ مولوی حضرات نے قرآن وسنت کا متبادل مذہب ایجاد کررکھا ہے۔ حضرت علی کی والدہ کو نبی نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتار کر فرمایا کہ میری ماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح فرمایا کہ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ہٰذا القرآن مجبوراً اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ (القرآن) طلاق اور عورت کے حقوق پر کتابیں لکھ کر علماء پر ہم نے حجت پوری کردی لیکن مدارس میں حلالہ کے نام پر عزتوں کو لوٹا جارہا ہے۔ مفتی عزیز الرحمن نے

جس ڈھٹائی، صفائی اور بے شرمی سے وضاحتی بیان میں کہا کہ چائے پلا کر مجھ سے یہ کام کروایا گیا اور ممکن ہے اور بھی ویڈیو ہوں۔ اگر حلالہ اور مدارس کے نصاب سے عوام کو آگاہ کیا جائے تو مفتی عزیز کو بھول جائیں اللہ نے قرآن میں بہت وضاحتوں کیساتھ طلاق اور اس سے رجوع کے احکام کو بیان کیا ہے۔سب سے بڑی اہم اور بنیادی بات بار بار یہ واضح کی ہے کہ طلاق کے بعد باہمی رضامندی سے رجوع کا دروازہ اللہ نے کھلا رکھا ہے اور باہمی رضامندی کے بغیر طلاق کے بعد رجوع کی اللہ نے گنجائش نہیں رکھی۔قرآن وسنت، حضرت عمر اور آئمہ اربعہ کے مسلک میں قدر مشترک یہی تھا لیکن بعد کے فقہاء ومحدثین نے جہالتوں کی وجہ سے معاملات بگاڑ دیئے ہیں۔قرآن میں اتنے بڑے بڑے تضادات کیسے ہوسکتے ہیں کہ سورہ بقرہ وسورہ طلاق میں بار بار اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہو کہ عدت کے اندر اور عدت کی تکمیل کے بعد باہمی رضامندی اور معروف طریقے سے رجوع ہوسکتا ہے لیکن درمیان میں یہ بات بھی ڈال دی ہو کہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک وہ کسی دوسرے شوہر کیساتھ نکاح کرلے؟۔طلاق کے بعد رجوع کیلئے بنیادی شرط باہمی رضامندی ہے جو قرآن میں بار بار واضح ہے اور آیت (229) البقرہ میں یہ وضاحت ہے کہ جب دونوں آئندہ رابطہ نہ رکھنے پر متفق ہوں۔ فیصلے والے بھی اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ آئندہ رابطے کی کوئی چیز انکے درمیاں نہ چھوڑی جائے تو اس میں سوال یہ پیدا نہیں ہوتا کہ رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں بلکہ عورت کو کسی اور سے نکاح پر پابندی سے بچایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آیت (229) البقرہ میں پہلے یہ واضح کردیا کہ جب شوہر نے دومرتبہ الگ الگ مراحل میں طلاق دینے کے بعد تیسرے مرحلے میں بھی رجوع نہیں کیا بلکہ طلاق دیدی تو شوہر کیلئے حلال نہیں کہ جو کچھ بھی اس کو دیا ہو کہ اس میں سے کچھ بھی واپس لے۔مگر یہ کہ دونوں کو خوف ہو کہ اس چیز کے واپس کئے بغیر اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اس چیز کو عورت کی طرف سے فدیہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔یہی وہ صورت ہے کہ اللہ نے واضح کردیا ہے کہ دونوں کسی صورت میں بھی اب اکٹھے نہیں رہنا چاہتے ہیں اور فیصلہ کرنے والے بھی اس پر متفق ہیں تو کوئی رابطے کی چیز بھی باقی رکھنے میں اللہ کی حدود کو پامال کرنے کا خدشہ ہو تو پھر حلال نہ ہونے کے باوجود وہ دی ہوئی چیز واپس کی جائے تو دونوں پر حرج نہیں۔

آیت (229) میں بھرپور وضاحت کے بعد کہ دونوں باہمی رضامندی سے نہ صرف جدا ہونا چاہتے ہیں بلکہ آئندہ کسی صورت بھی ملنا نہیں چاہتے ہیں تو اسکے بعد اللہ نے آیت (230) البقرہ میں واضح کردیا کہ پھر اگر اس نے طلاق دی تو وہ اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ عورت کسی اور شوہر سے نکاح کرلے۔اس آیت میں بنیادی طور باہمی رضامندی سے رجوع کا معاملہ ختم نہیں کیا گیا ہے بلکہ عورت کو شوہر کی دسترس سے باہر نکالنے کا آخری حربہ استعمال کیا گیا ہے۔یہ مردوں کی فطرت ہوتی ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی سے رجوع نہ بھی کرنا چاہتے ہوں تب بھی کسی اور شوہر سے نکاح میں رکاوٹ بنتے ہیں۔قرآن نے واضح کیا کہ عدت کے اندر بھی باہمی رضا کے بغیر ایک مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔لیکن فقہاء کی کھوپڑی میں قرآنی آیات نہیں آئیں۔پھر یہ بھی آخر میں واضح کردیا کہ جب آئندہ نہ ملنے پر اتفاق رائے ہو تو پھر جب تک اس عورت کا اپنی مرضی سے کسی اور شوہر سے نکاح نہ ہوجائے تو پہلے کیلئے حلال بھی نہیں۔اللہ نے وحی اُتاری اور انسان کے ضمیر میں اُتارنے کیلئے اس انداز میں واضح بیان کردی کہ کسی کند ذہن سے بھی یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی ہے کہ اس کو سمجھ نہ سکے۔
کراچی اور سندھ کی عوام نے توجہ دی تو اسلامی انقلاب سر پر کھڑا ہے۔

امجد غزالی

پھر اڑانے کو سائبان خاک
چل پڑا ہے یہ کاروان خاک
خاک پر کشتیٔ حیات چلی
ہم نے کھولا جو بادبان خاک
آندھیاں آ کے پھر جو پلٹیں تو
لے گئیں ساتھ آشیان خاک
اب ہنر آزما کے تم دیکھو
چھین لو ھم سے سائبان خاک
در بدر گھومتے ہیں قیس بنے
خاک اڑاتے ھیں محرمان خاک
دھوپ اوڑھی ھے خاک نے تن پر
چھن گیا سر سے آسمان خاک
ایک دن ہم بھی چھوڑ جائیں گے
خاک پر لکھ کے داستان خاک
ہم غزالی ہوئے ہیں خاک بسر
خاک میں بن گیا مکان خاک

سعودی عرب کے کراؤن پرنس محمد بن سلمان کے ساتھ حسن فرحان المالکی کا ایک اہم انٹرویو

سید عطاء الرحمٰن

کیا وہ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر

(عربی سے اردو میں ترجمہ)

تاریخ میں پہلی بار قرآن کی بنیاد پر تمام فرقوں کی بنیادیں اُکھاڑ دینے والا انٹرویو، وہ بھی کنگڈم آف سعودی عرب کے با اختیار کراؤن پرنس کی زبانی، جس کے اقتدار کے سامنے اور کوئی اسلامی ملک تو کیا خود سعودی عرب کی طاقتور ترین مذہبی اسٹیبلش منٹ کو بھی بے اختیار ہونا پڑا۔ یہ ہے قرآن کی طاقت جس کے دلائل کے سامنے دنیا کی سب مذہبی طاقتیں بے بس ہیں۔

حسن فرحان المالکی: جب میں قرآن میں عقیدہ کی آزادی کو دیکھتا ہوں جبکہ دوسری طرف ایک حدیث ہے جو مرتد کی سزا موت بتاتی ہے اور جو شخص آزادی کو ترویج دے اس کی بھی سزا موت بتاتی ہے، تو میں کس طرف جاؤں؟ پرنس محمد بن سلیمان: میں اس کی طرف جاؤں گا جو قرآن کہتا ہے: دین میں کوئی زبردستی نہیں، درست راستہ غلط راستے سے الگ کر دیا گیا ہے۔ (256:2) اور اسی طرف انصاف کی مرکزیت ہے۔ جب اللہ قرآن میں فرماتا ہے: ہم نے واضح دلائل کے ساتھ رسول بھیجے اور کتاب اور میزان بھی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں۔ (25:57) اس طرح انصاف قائم کرنا رسولوں اور کتاب کا مقصد بن جاتا ہے جبکہ حدیث کی کتابوں میں کوئی انصاف والا باب ہی نہیں ہے، نہ بخاری میں، نہ مسلم میں اور نہ ہی (ان سمیت) چھ کتابوں میں۔ وہ عبادت (پرستش) کو تو زیر غور رکھتے ہیں اور ان مرکزی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو قرآن میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں۔ جیسے کہ عقل، انصاف، ایمانداری، علم اور اس کے معیار، انسانی حقوق۔ یہ قرآن میں کثرت سے ذکر ہیں جبکہ ان کو اہمیت نہیں دی جا رہی اور وہ ان کو ترک کئے ہوئے ہیں۔ روایات (جمع کرنے) کی تحریک ارباب اختیار کے زیر سایہ چلائی گئی۔ زیادہ تر یہی ہوا ہے کہ بڑے بڑے راوی ظالم حکمرانوں کے درمیان پھلے پھولے ہیں۔ بہرحال حدیث والے لوگوں کی ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی ایک بھی حدیث کو رد کرتا ہے، خواہ وہ قرآن سے ٹکراتی ہو، اس نے سنت رسول کو رد کیا۔ یہ بات درست نہیں ہے۔

حدیث کی دونوں کتابوں (بخاری اور مسلم) میں ایسی حدیثیں ہیں جو واضح طور پر قرآن کے متضاد ہیں۔ اس کے باوجود اہل حدیث (اہل سنت) اور ان کے سپورٹرز سنت کے تحفظ میں حد پار کر جاتے ہیں۔ ہمارا جھگڑا ان کے ساتھ نہیں۔ ہمیں واضح کر دینا چاہیے کہ جھگڑا نبیؐ کے فرمائے ہوئے مستند ارشادات کے حوالے سے نہیں بلکہ اس حوالے سے ہے جن کا انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مستند ہیں جبکہ وہ نہیں ہیں، کیونکہ محمد قرآن کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے۔ جیسے کہ قرآن میں خود ان کا قول ہے: کہہ دے کہ میں تو صرف اسی (کتاب) کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (203:7)

لہٰذا ایسی (حقیت پر مبنی) حدیثوں کا ملنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر قرآن عقیدے کی آزادی کی ترویج کرتا ہے جبکہ ایک حدیث بھی موجود ہے جو مرتد کی سزا قتل بتاتی ہے اور اللہ یہ بھی فرماتا ہے کہ: جنت نہ تو تمہارے چاہنے سے اور نہ اہل کتاب کے چاہنے سے ملے گی، جو بھی غلط کرے گا اس کی جزا و سزا پائے گا۔ (123:4) جبکہ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جو ابی بردہ نے روایت کی ہے، جس کے مطابق قیامت کے دن ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی کی قربانی دے کر بچا لیا جائے گا۔ ناانصافی پر مبنی یہ حدیث کس طرح قرآن کے انصاف پر پورا اترتی ہے؟ مزید یہ کہ میں نے ایک اہم نکتہ ذکر کیا ہے، جبکہ اہل حدیث نے تو پورا پیرامڈ ہی الٹا کر رکھ دیا ہے۔ قرآن کی اہم مرکزی تعلیمات جو کہ اسلام کی روح ہے، جیسے کہ علم، انصاف، اللہ سے ایمانداری۔ چھ حدیث کی کتابوں میں ایک باب بھی عقل کے استعمال کے حوالے سے نہیں ہے اور نہ علم، نصاف، حواس (senses) کا استعمال اور نہ ہی اللہ سے ایمانداری پر کوئی باب ہے۔ یہ صرف خود ساختہ تفصیلات و جزویات میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ میں تمام احادیث کو ایک ہی کیٹگری میں نہیں لاتا لیکن زیادہ تر حدیثیں جو لوگوں کی زبانوں پر ہیں، اگر آپ ایک مبلغ سے 100 حدیثیں سنو تو جان لو کہ اس میں سے 90 وہ ہیں جو

محمدؐ سے جھوٹی منسوب کی گئی ہیں اور 10 مستند ہوسکتی ہیں۔ اسی لیے ہمارا مشورہ ہے کہ قرآن روشنی ہے اور روشنی اپنے آپ کو افشا کرتی ہے اور وہ کسی دوسرے کی محتاج نہیں ہوتی۔ حسن فرحان المالکی: لیکن شیخ آپ نے یہ کیوں کہا کہ 100 میں سے 10 ہی مستند ہیں؟ پرنس محمد بن سلیمان: کیونکہ ان کے جانچنے کا معیار ہی غلط ہے۔ وہ حدیث کی جانچ قرآن سے نہیں کرتے اور ایسی حدیثوں کو بھی مستند قرار دے دیتے ہیں جو قرآن، عقل، آزادی اور تمام اصولوں سے متضاد ہوتی ہیں۔ ہمیں شروعات سب سے اہم ذریعہ سے لینی چاہیے۔ اگر ہم دیکھیں کہ قرآن ایک معاملے پر بالکل واضح ہے جبکہ حدیث اس کے متضاد ہے تو ہم کس طرف جائیں گے؟

حدیثی شدت پسندوں کے نزدیک جو انسان بھی قرآن کے خلاف آنے والی کسی حدیث کو رد کرتا ہے تو وہ سنت پر حملہ آور ہونے کا ملزم بن جاتا ہے۔ یہ غلط سوچ ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک قرآن ایک غیر اہم (دین کا) ماخذ بن چکا ہے۔ وہ قرآن سے اتنا رجوع نہیں کرتے جتنا روایات سے کرتے ہیں۔ قرآن ان کیلئے سب سے نچلے درجے کا (دین کا) ماخذ ہے۔ وہ صرف زبانی کہنے کی حد تک دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن ہی دین کا اوّلین بنیادی ماخذ ہے۔ لیکن ہمیں ایماندار ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ نے گفتگو میں دیانتداری کا حکم دیا ہے کہ: صادقین (سچ بولنے والوں) کے ساتھ ہو جاؤ (119:9) تو دیانتدار ہوکر بات کرتے ہیں۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ احادیث کا مطالعہ کر رہا تھا، میں دیانت داری سے بتا رہا ہوں کہ ہم نے قرآن کو ایسا نہیں پایا جیسا کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن سب سے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، بلکہ ہمارا خیال یہ تھا کہ بخاری اور مسلم سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ بخاری کے حوالے سے میرے بہت سے نکات ایسے ہیں جن کی رُو سے میں شدید اختلاف رکھتا ہوں کہ اس نے انصاف کا باب شامل نہیں کیا۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اس (بخاری) نے کھڑکیوں، ڈیکوریشن اور کندھے سے مٹی ہٹانے کے طریقوں کے موضوعات کو تو شامل کیا لیکن انصاف، اللہ سے دیانتداری، عقل، علم اور اس طرح کے دوسرے قرآنی موضوعات پر کوئی باب (Chapter) نہیں بنایا۔

بخاری تو شیخ علی ابن المدینی کا نتیجہ ہے اور سفیان (ابن عُیینہ) سے نکلا ہے، اور سفیان، الزہری سے نکلا۔ الزہری راوی عبدالمالک بن مروان کے دربار میں (ملازم) تھا۔

ہمیں حدیث کی سند (راویوں کی جانچ پڑتال) سے پہلے اس کے متن کو دیکھنا چاہیے، بلکہ حدیث سے پہلے قرآن کو دیکھنا چاہیے۔ یہ قرآن ہی ہے جو صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس پر اللہ نے غور وفکر کا حکم دیا، لیکن وہ غور وفکر نہیں کرتے۔ وہ قرآن کی 50 آیات کو ایک قابل اعتراض حدیث کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ (اہل حدیث/ اہل سنت) منکر ہیں لیکن ان کو اس (حقیقت) کا ادراک نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا، انہوں نے اسلام کو اُلٹا کر رکھ دیا ہے اور قرآن کو نچلے درجے پر رکھ دیا ہے اور بخاری، نووِی اور ابن حجر کو عظیم ٹھہرا دیا ہے جیسے کہ وہ ملائکہ ہوں، جبکہ درحقیقت وہ غلطیوں، خامیوں اور کوتاہیوں کے ساتھ کمزور انسان تھے۔

جو کوئی ان (بخاری، مسلم، نووِی، ابن حجر جیسے) لوگوں کے ذریعے ہم پر حملہ آور ہوگا، ہم قرآن کے ذریعے ان پر حملہ کریں گے۔ اگر وہ اپنے آپ کو نرم کر لیتا ہے تو ہم بھی خود کو نرم کر لیں گے۔ تو مہربانی کریں، ہم نے قرآن کے پیروکاروں کو تو ایک بھی موقع نہیں دیا گیا۔ یہاں پر صحابہ کی پیروی کرنے والے (اہل حدیث، سَلَفی، اہل سنت) بھی ہیں اور نبیؐ کے گھر والوں کی پیروی کرنے والے (اہل تشیع) بھی ہیں، لیکن خالص قرآن کے سچے پیروکار بہت کم ہیں اور ان کو تاریخ میں ایک بھی موقع نہیں دیا گیا، کہ ہم قرآن کو اور جو کچھ اس میں اللہ نے فرمایا ہے اسے سامنے لائیں۔

ان (مسالک) کے نزدیک قرآن کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے اور یہ کتاب صرف ان کے نزدیک معموں اور علامتوں کی کتاب ہے۔ وہ قرآن کی غلط تشریح سرزَد ہونے کے خوف میں مبتلا ہیں، جبکہ اللہ نے بتا دیا ہے کہ میں نے اسے آسان بنایا ہے: بلاشبہ میں نے قرآن کو یاد دہانی کے لئے آسان کر دیا ہے۔ (17:54) کیا وہ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے یا خود ان کے دلوں پر اپنے تالے پڑے ہوئے ہیں؟ (24:47) ان (مسالک) کا اس آیت پر موقف ہی دیکھ لو کہ: جن پر غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔ (سورہ فاتحہ کی آخری آیت) وہ (اہل حدیث/ اہل سنت) کہتے ہیں کہ جن پر غضب ہوا وہ یہودی ہیں اور جو گمراہ ہوئے وہ عیسائی ہیں۔ یہ اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ یہ ان کی اپنی کی ہوئی متعصّبانہ تاویل ہے۔ وہ تمام لوگ جو اللہ کے

غضب کے مستحق ہوئے قرآن میں ان کا الگ ذکر ہے۔ وہ سب اس کیٹگری میں آتے ہیں۔ اور وہ تمام لوگ جن کے متعلق اللہ نے قرآن میں بتایا ہے کہ وہ گمراہ ہوئے وہ دوسری کیٹگری میں آتے ہیں۔

اہل حدیث لوگوں نے قرآن پر اپنے بلند و بانگ دعوؤں کے باوجود اس کا درجہ گھٹا کر اسے ثانوی حیثیت دے رکھی ہے۔ اسی لئے جب آپ ان سے عقیدہ کی آزادی کے متعلق آیت 256:2 کا پوچھتے ہیں تو وہ اس بات کے تعین میں ٹھوکر کھا جاتے ہیں کہ آیا اس مسلمان کو (مرتد قرار دے کر) قتل کر دیا جائے یا نہیں جس نے اسلام چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ اللہ نے فرمادیا ہے کہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں، سیدھا راستہ غلط راستے سے الگ کر کے واضح کر دیا گیا ہے۔ (256:2) اور یہ بھی کہ اللہ نے ان کی سزا آخرت تک کے لیے مؤخر کر دی ہے۔ کسی کی زندگی لینے کے متعلق قرآن کا حکم صرف قاتل، مفسد اور ظالم کے خلاف ہے۔ جہاں تک مرتد کی سزا کا تعلق ہے تو یہ قانون دانوں (فقہاء جن کی بنیاد حدیثوں پر ہے) کی طرف سے شامل کیا گیا، کیونکہ حکمران چاہتے تھے کہ ان کی مخالفت کو ارتداد کی طرح نمٹا جائے۔ اسی طرح جاعد ابن درھم کو قتل کیا گیا اور دوسرے اصلاح پسندوں کو بھی جیسے کہ جاھم ابن سفوان۔ حسن فرحان المالکی: آپ بنواُمیہ کے دور کی بات کر رہے ہیں؟ پرنس محمد بن سلیمان: دونوں کی، اموی اور عباسی ادوار میں لوگوں کو بدعت کے نام پر قتل کیا گیا۔ لہٰذا ہمیں قرآن کی رُوح کو واپس بحال کرنا پڑے گا۔ کیوں مسلم اُمت عقل میں سب سے کمزور اور انسانی حقوق کے حوالے سے غیر حساس و غیر متعلقہ ہو چکی ہے؟ کیونکہ قرآن کی رُوح اور علم و عقل کے اوپر تو روایات غالب آ گئی ہیں۔ (قرآن کا) یہ جملہ کیا تم سوچ بچار نہیں کرتے قرآن میں دوسرے جملے کیا تم ایمان نہیں لاتے سے کہیں زیادہ بار ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ ہماری پوری تاریخ میں ایک بھی کتاب عقل کے استعمال کے متعلق نہیں ہے؟ جب اس (اللہ) نے فرمادیا ہے کہ قرآن کو آسان بنا دیا گیا ہے تو ہمیں اللہ کی بات کو مان لینا چاہیے۔

ہم اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ ہاں، اللہ نے اس (قرآن) کو آسان بنا دیا ہے۔ یہ انکار حرام بلکہ کفر ہے۔ تو اللہ نے قرآن کو آسان بنایا لیکن ہمیں اس کو لازمی طور پر ایک طالب علم کی طرح اپروچ کرنا پڑے گا نہ کہ ایک اُستاد کی طرح۔

زیادہ تر قرآن کو پڑھنے والے لوگ اس کتاب تک رسائی یوں کرتے ہیں جیسے وہ اس (کتاب) کے استاد ہوں نہ کہ کتاب ان کی استاد۔ اگر ہم متنابی کی ایک نظم کو دیکھیں تو ہمیں اس کو سمجھنے میں تھکا دینے والا پورا مہینہ لگ سکتا، لیکن جب ہم ایک قرآنی سورت کو دیکھتے ہیں تو ہم اسے سمجھنے کے لیے جلد بازی کرتے ہیں یا اس کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ یوں قرآن کے ساتھ ہم تکبر سے پیش آتے ہیں۔ قرآن ایک مخصوص اخلاقی طریقہ کار رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے رسولؐ کو بھی حکم دیا کہ: (اے رسولؐ) اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دے، اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ (75:16-17)

اللہ نے (قرآن پر) غور و فکر کرنے، سنجیدگی سے سوچنے اور اس کو ٹھہر ٹھہر کر حصوں میں تلاوت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو انسان بھی ان اخلاقی اقدار کے تحت نہیں چلے گا وہ قرآن کو نہیں سمجھ سکے گا۔ اگر ہمارے پاس زیادہ وسیع وقت ہوتا تو لوگ قرآن کی عظمت کو دیکھتے اور یہ کہ قرآن خود اپنے آپ میں نور و راہنما ہے اور خود اپنے آپ کو افشا کرتا ہے، اور یہ کہ حدیثی لوگوں کا قرآن کے متعلق تنازعہ اور رکاوٹ (اب) لازمی طور پر اپنے اختتام کو پہنچ جانا چاہیے۔ وقت آ گیا ہے کہ قرآن کو بخاری، مسلم، مسند احمد اور باقی تمام فرقوں کی کتابوں سے اوپر رکھا جائے۔ اگر قرآن مجھے ایک بات بتائے اور فرقوں کے مکاتب فکر کچھ اور بتائیں، اگر میرا فرقہ اور میرا شیخ کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ کے ساتھ میری ایمانداری اور دیانتداری کو فوقیت ملنی چاہیے۔ یہ سادہ سی بات ہے (جواب ان سب فرقوں کو سمجھ آ جانی چاہیے)۔ اور یہ بات قرآن میں رائج بھی ہے کہ: اللہ کے لیے گواہی ٹھیک ٹھیک اور درست طور پر دو۔ (65:2) اور جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے اس کا دل و دماغ اس جرم سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ (283:2) وہ (اہل حدیث/اہل سنت) تو بالکل ہی قرآن سے آزاد ہیں۔ ان کے لیے تو یہ (قرآن) بس تراویح میں پڑھنے کی چیز ہے اور اس کے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں، اور بس (کچھ نہیں). میں سنت کا انکار نہیں کرتا بلکہ یہ لوگ جب خود کسی مضبوط حدیث کو دوسری حدیث سے متضاد دیکھتے ہیں تو وہ خود ہی اسے ردّ کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ اس حدیث کو ردّ نہیں کرتے جو قرآن کی سینکڑوں آیات سے متضاد ہو۔ اس سے ان کی روایات اور احادیث سے متعلق جنونیت ثابت ہوتی ہے، اور یہ بلند آواز کر

کے شیخی بگھارتے ہیں کیونکہ پوری تاریخ میں ان کو حکمرانوں کی طرف سے حمایت ملتی رہی ہے۔حسن فرحان المالکی: شیخ صاحب! کیا آپ عقیدہ کی آزادی اور مرتد کے علاوہ کوئی اور مثالیں بھی دے سکتے ہیں؟ پرنس محمد بن سلیمان: ہاں کیوں نہیں۔ مثال کے طور پر عدل و انصاف کا معاملہ۔قرآن میں عدل و انصاف کی مرکزیت کو روزوں، نمازوں، حج اور خیرات سے بھی زیادہ اہم بتایا گیا ہے، کیونکہ اللہ نے اسی (عدل وانصاف کے قیام) کو رسول اور صحیفے بھیجنے کا مقصد بتایا ہے۔لیکن وہ (فرقے) اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ پوری تاریخ میں عدل و انصاف کے متعلق ان کی ایک کتاب بھی نہیں ہے۔

حدیث میں مذکور اسلام کے ستونوں کو نافع بن عمر کی روایت سے لیا گیا ہے، قرآن سے نہیں۔ ہمیں اسلام کے ستونوں کو پہچاننا ہوگا۔اس بات سے قطع نظر کہ مجھے لفظ ستون پر تحفظات ہیں۔اس طرح کا کوئی معنی (قرآن میں) کہیں ذکر نہیں ہوا۔

اسلام کی بڑی بڑی بنیادیں لازمی طور پر قرآن سے لینی چاہئیں۔ اسلام کے جن ستونوں کے ہم عادی ہو چکے ہیں وہ حدیثوں کی بنیاد پر ترتیب دیئے گئے ہیں، نہ کہ قرآن کے تحت۔ انہوں نے (سب فرقوں نے) انصاف، آزادی اور اللہ کو پہچاننے کے بڑے ذرائع کو چھوڑ دیا ہے اور عبادت (پوجا پاٹ و پرستش) کے لوازمات کو پکڑ لیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنے تک اور اپنی مساجد تک محدود رکھ سکیں، اچھائی کا کہے بغیر، برائی سے روکے بغیر، علم و عقل اور آزادی کے بغیر۔

انہوں نے معتزلہ مکتب فکر کی تذلیل اسی لیے کی کہ انہوں نے اسلام کے ستونوں میں عدل و انصاف کو شامل کیا تھا۔حالانکہ قرآن کا یہ ایک ستون حدیث کے ستونوں سے کہیں زیادہ اہم ہے۔وہ (معتزلہ) اس (عدل و انصاف کے قرآنی ستون) کو شہادۃ (ایمان کی گواہی) کے بعد اور صلوٰۃ سے پہلے رکھتے ہیں۔ جو شخص بھی قرآنی بنیادوں کو پکڑتا ہے یہ (اہل حدیث/ اہل سنت) اس کو اپنے خلاف کیچڑ سمجھنے لگتے ہیں، اس پر بدعتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں جبکہ یہ خود بدعتی اور جھوٹی باتیں گھڑنے والے ہیں۔

عقیدہ کی بنیاد حدیثوں کی بنیاد پر ہے، قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔قرآن میں صرف اسلام اور ایمان ہے۔قرآن میں ہے کہ: وہی ایمان والے کامیاب ہیں جو اپنی صلوٰۃ میں عاجز ہیں۔(23:1-2) ایمان اور جرم کے لئے کیٹگریز ہیں لیکن عقیدہ ایک من گھڑت چیز ہے۔قرآن یہ راز افشا کرتا ہے کہ پچھلی کتابوں کو بگاڑنے والے کوئی اور نہیں بلکہ مذہبی علماء ومشائخ ہی تھے۔اللہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اور جن لوگوں کو الکتاب دی گئی، انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد باہمی ضد وحسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا۔(3:19) تو اُمتوں میں اختلاف اور تنازعات کی وجہ مذہبی علماء و مشائخ ہی تھے جو تحریف کرتے تھے۔قرآن میں ہے کہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کلام اللہ کو سن کر، عقل وعلم والے ہوتے ہوئے، پھر بھی اس میں تحریف (تبدیلی) کر دیتے تھے۔(2:75) قرآن کو ویران کیا ہوا ہے اس (کے صحیح مفاہیم) کو دوبارہ دریافت کرنا پڑے گا۔اس دستیاب آزادی کا شکر ہے۔اسلام کی تاریخ میں قرآن کی حمایت میں یہ پہلا پروگرام ہے۔

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

ڈاکٹر عبدالقدیر خان...کی کتاب سے اقتباس۔

ہر سال جونہی دسمبر کا مہینہ قریب آجاتا ہے...میں ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتا ہوں، 16 دسمبر 1971 میں مشرقی پاکستان میں ہماری افواج کی ذلت آمیز شکست اور ہتھیار ڈالنا۔ جب نہتے بنگالیوں کا قتل عام دیکھا۔ ہزاروں حاملہ لڑکیوں کو دیکھا اور نہایت اندوھناک تصاویر دیکھیں کہ کتے بچوں کی لاشیں گھسیٹ رہے ہیں اور انکو کھا رہے ہیں تو بے حد دکھ ہوا...مجھے اپنی آنکھوں سے وہ سیاہ ترین دن بھی دیکھنا پڑا جب جرنیل امیر عبداللہ خان نیازی پلٹن میدان میں ھندوستانی جرنل اروڑا کے سامنے شکست نامے اور ہتھیار ڈالنے کے معاہدے پر دستخط کر رہے تھے، میں کئی دن نہ سو سکا...پاکستانی فوج نے مشرقی پاکستان میں جب بدنام زمانہ ایکشن شروع کیا تو اس وقت ہمارے انقلابی مرحوم شاعر حبیب جالب نے یہ قطعہ کہا تھا:

محبت گولیوں سے بو رہے ہو...وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہو
گماں تجھ کو کہ رستہ کٹ رہا ہے...یقین مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو

بعد میں معتبر ذرائع سے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ فوج سینکڑوں بنگالی دانشوروں کو گرفتار کر کے ڈھاکہ کے باہر قتل کر کے اجتماعی قبرستان میں دفن کر دیا تھا۔۔جب پاکستان آیا تو مجھے پاکستانی سپاہیوں سے تفصیلات کا علم ہوا تو میرا سر شرم سے جھک گیا، رہی سہی کسر مشرف نے اپنی ہی فوج کو اپنے ہی عوام کے خلاف استعمال کر کے اور لال مسجد میں معصوم بچوں کو فاسفورس بم سے جلا کر اور مار کر پوری کر دی۔فوجی کاروائی دیکھ کر جو اپنے ہی عوام کے خلاف قبائلی علاقہ میں جاری دیکھ کر دکھ ہوتا ہے...وہ فوج جو ذلت سے ہتھیار ڈال کر دو سال قید میں رہی۔جن کو میں نے ہندو فوجیوں سے ڈنڈے اور لاتیں کھاتے دیکھا تھا...انہوں نے جو سلوک اپنے محسن (ایٹم بم کے خالق ذالفقار علی بھٹو، جو انہیں انڈیا کی قید سے چھڑا کر لایا تھا) کے ساتھ کیا وہ اس ملک کی تاریخ میں ایک سیاہ ترین باب رہے گا....انہوں نے جو کچھ میرے ساتھ سلوک کیا اسے احسان فراموشی ہی کہہ سکتے ہیں...یہ مضمون ڈاکٹر عبدالقدیر کی کتاب سحر ہونے تک سے لیا گیا ہے۔

لطائف: استاد نے اسٹوڈنٹ سے پوچھا کہ ناکام عشق اور مکمل عشق میں کیا فرق ہوتا ہے؟

اسٹوڈنٹ نے جواب دیا ناکام عشق بہترین شاعری کرتا ہے، غزلیں اور گیت گاتا ہے، پہاڑوں میں گھومتا ہے۔عمدہ تحاریر لکھتا ہے۔دل میں اُتر جانے والی موسیقی ترتیب دیتا ہے۔ ہمیشہ امر ہو جانے والی مصوری کرتا ہے۔ مکمّل عشق سبزی لاتا ہے، آفس سے واپس آتے ہوئے آلو، گوشت، انڈے وغیرہ لاتا ہے۔لان کی سیل کے دوران بچوں کو سنبھالتا ہے۔پیمپر خرید کر لاتا ہے۔تیز بارش میں گھر سے نہاری لینے کے لیے نکلتا ہے۔سسرال میں نظریں جھکا کر بیٹھتا ہے۔ماں بہنوں سے زن مریدی کے طعنے سنتا۔اور پھر گھر آکر یہ بھی سنتا ہے کہ آپ کتنے بدل گئے ہیں۔شادی سے پہلے کتنے اچھے تھے۔آپ پوسٹ پڑھیں میں ذرا انڈے اور دودھ لے آؤں۔

بڑھاپا- زایا سین بیگ

...بڑھاپا پوچھ کرنہیں آتا اور نہ ہی دھکے دینے سے جاتا ہے...یہ مشرق میں مرض اورمغرب میں زندگی انجوائے کرنے کا اصل وقت سمجھا جاتا ہے...بڑھاپے میں دانت جانے لگتے ہیں اوردانائی آنے لگتی ہے...اولاد اوراعضاء جواب دینے لگتے ہیں...بیوی اور یادداشت کا ساتھ کم ہونے لگتا ہے...بڑھاپا آتا ہےتو مرتے دَم تک ساتھ نبھاتا ہے...بڑھاپے کی پہلی نشانی یہ ہوتی ھے کہ حسین لڑکیاں ’انکل‘ کہہ کر پکارنے لگتی ہیں...انسان دو چیزیں مشکل سے قبول کرتا ہے،اپنا جرم اوراپنا بڑھاپا...ہمارا بچپن دوسروں کی دلجوئی اورخوشی کے لئے ہوتا ہے۔جوانی صرف اپنے لئے ہوتی ہے اور بڑھاپا ڈاکٹروں کے لئے...جب بار بار اللہ، ڈاکٹر اور بیوی یاد آنے لگے تو سمجھ لیں آپ بوڑھے ہو چکے ہیں...بڑھاپے کا ایک مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ بیضرر ہوتے جارہے ہیں۔اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ جب بچے آپ کو نانا، دادا کہہ کر اور حسین لڑکیاں انکل کہہ کر پکارنے لگیں تو تردّد سے کام نہ لیں...تنہائی پاتے ہی غم بھلانے کے لئے سیٹی بجائیں، کیونکہ آپ سیٹی ہی کے قابل رہ گئے ہیں...بڑھاپے میں اگر اولاد آپ کی خدمت کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی تربیت اور اپنی لائف انشورنس پر پورا دھیان دیا ہے...مرد کبھی بوڑھا نہیں ہوتا یہ ایک نہیں ہزاروں بوڑھوں کا قول ہے...بوڑھا ہونا الگ چیز ہے، بوڑھا دکھائی دینا الگ...ہر بوڑھے میں ایک بچہ اور جوان چھپا ہوتا ہے...بوڑھا ہونا آسان کام نہیں، اس کے لئے برسوں کی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے...دنیا نہ چل پاتی اگر بوڑھے ہونے کا رواج نہ ہوتا...بڑھاپے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بوڑھے کو دیکھ کر سب سیٹ چھوڑ دیتے ہیں...سوائے سیاست دان کے... اچھا خاندان اوراچھی حکومت ہمیشہ اپنے بوڑھوں کا خیال رکھتی ہے...بوڑھے نہ ہوتے تو چشموں اور دانتوں کا دھندا بالکل مندا ہوتا... بوڑھوں کو بندی اورخاندانی منصوبہ بندی دونوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔۔مگر نیت اورنظر پھر بھی خراب رہتی ہے...عورتیں بوڑھی تو ہوتی ہیں...مگر ان کی عمر اکثر جوانی والی ہی رہتی ہے...مغربی عورت اپنی عمر چھپاتی ہے نہ جسم...پاکستان میں جو عورت اپنی عمر 35 سال بتاتی ہے...وہ پچاس سال کی دکھائی دیتی ہے...دنیا میں سب سے آسان کام نانا، نانی یا دادا، دادی بننا ہے...اس میں آپ کو کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی...جو کچھ کرنا ہو، آپ کے بچوں کو کرنا پڑتا ہے...انسان کو زندگی میں دو بار رشتوں کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے، بیوی کے آنے کے بعد یا پھر بڑھاپا آنے کے بعد...ہر بچے کے اندر ایک بوڑھا چھپا ہوتا ہے بشرطیکہ وہ عمر لمبی پائے...کیا باکمال دور ہے یہ آغازِ بڑھاپا بھی...بچپن میں ہم ٹیسٹ دیا کرتے یا ٹیسٹ دیکھا کرتے تھے...اب ڈاکٹر ہمارے لئے ٹیسٹ لکھ رہا ہے۔ہر عمر رسیدہ کیلئے یہی پیغام ہے کہ دنیا سے انجوائے کریں قبل اس کے کہ دنیا آپ سے انجوائے کرے۔‘‘جاں سے پیارکون کرے۔

ڈھاڈر نیوز- ملک دشمن عناصر قوتیں بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی نہیں چاہتے ہیں-وڈیرہ میر غلام نبی بگٹی

ان خیالات کا اظہار بلوچستان عوامی پارٹی کے مرکزی رہنما سابق ضلع کونسل ڈیرہ بگٹی کے چیئرمین چیف آف شہبانی بگٹی وڈیرہ میر غلام نبی بگٹی نے کہا ہے کہ ملک دشمن عناصر قوتیں بلوچستان کی ترقی اورخوشحالی نہیں چاہتی اس لئے وہ بلوچستان کے حالات کوخراب کرنے کیلئے سیکورٹی فورسز کونشانہ بنا رہی ہیں ان واقعات کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔دہشت گرد بزدلانہ کاروائیوں سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوصلے پست نہیں کر سکتے۔اپنے جاری کردہ بیان میں انہوں نے بلوچستان کے علاقے سبی کے قریب ساگان میں ایف سی اہلکاروں پر دہشت گرد حملے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اسے وطن کی حفاظت پر مامور اہلکاروں پر فائرنگ بدترین دہشت گردی قرار دیا ہے اورکہا ہے کہ دہشت گرد بزدلانہ کاروائیوں سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حوصلے پست نہیں کر سکتے۔انہوں نے کہا بیرون ملک بیٹھ کر انڈیا کی ایجنسی سے پیسے لے کر پاکستان کی ترقی و سلامتی پر وار کر کے حقوق حاصل کرنے والے شرپسند عناصر خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے ہیں انکی ناکام کوشش کسی صورت کامیاب نہیں ہونگی بلوچستان کی ترقی اور ملکی سلامتی کا مشن جاری ہے گا۔انہوں نے دہشت گردوں کی فائرنگ سے ایف سی اہلکاروں کی شہادت پر دکھ کا اظہار کیا اور کہا کہ ایف سی اہلکاروں پر فائرنگ کا واقعہ بہت تکلیف دہ ہے، وطن کی حفاظت پر مامور اہلکاروں پر فائرنگ بدترین دہشت گردی ہے۔

***

غور کریں۔ عاصی صحرائی

ایک دفعہ ایک صحافی اپنے پرانے ریٹائرڈ استاد کا انٹرویو کر رہا تھا اور اپنی تعلیم کے پرانے دور کی مختلف باتیں پوچھ رہا تھا اس انٹرویو کے دوران نوجوان صحافی نے اپنے استاد سے پوچھا سر ایک دفعہ آپ نے اپنے لیکچر کے دوران Contact اور Connection کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے ان دو الفاظ کا فرق سمجھایا تھا اس وقت بھی میں کنفیوز تھا اور اب چونکہ بہت عرصہ ہو گیا ہے مجھے وہ فرق یاد نہیں رہا آپ آج مجھے ان دو الفاظ کا مطلب سمجھا دیں تاکہ مجھے اور میرے چینل کے ناظرین کو آگاہی ہو سکے استاد مسکرایا اور اس سوال کے جواب دینے سے کتراتے ہوئے صحافی سے پوچھا کیا آپ اسی شہر سے تعلق رکھتے ہیں؟ شاگرد نے جواب دیا جی ہاں سر میں اسی شہر کا ہوں استاد نے پوچھا آپ کے گھر میں کون کون رہتا ہے؟

شاگرد نے سوچا کہ استاد صاحب میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے اس لیے ادھر ادھر کی مار رہے ہیں بہر حال اس نے بتایا میری ماں وفات پا چکی ہے والد صاحب گھر میں رہتے ہیں تین بھائی اور ایک بہن ہے اور سارے شادی شدہ ہیں۔ ٹیچر نے مسکراتے ہوئے نوجوان صحافی سے پوچھا تم اپنے باپ سے بات چیت کرتے رہتے ہو؟

اب نوجوان کو غصہ بھی آیا اور کہا جی میں باپ سے گپ شپ کرتا رہتا ہوں استاد نے پوچھا یاد کرو پچھلی دفعہ تم باپ سے کب ملے تھے؟ اب نوجوان نے غصے کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا شاید ایک ماہ ہو گیا ہے جب میں ابو کو ملا تھا۔ استاد نے کہا تم اپنے بہن بھائیوں سے تو اکثر ملتے رہتے ہو گے بتاؤ پچھلی دفعہ تم سب کب اکٹھے ہوئے تھے اور گپ شپ حال احوال پوچھا تھا؟ اب تو صحافی صاحب کے ماتھے پر پسینہ آ گیا اور لینے کے دینے پڑ گئے وہ سوچنے لگا میں تو استاد کا انٹرویو لینے چلا تھا مگر اُلٹا استاد میرا انٹرویو لینے لگا ہے۔

اس نے ایک آہ بھر کر لمبا سانس لیتے ہوئے بتایا کہ شاید دو سال ہو گئے جب ہم بہن بھائی اکٹھے ہوئے تھے استاد نے ایک اور سوال داغتے ہوئے پوچھا تم لوگ کتنے دن اکٹھے رہے تھے؟ نوجوان نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے جواب دیا ہم لوگ تین دن اکٹھے رہے تھے۔ استاد نے پوچھا تم اپنے والد کے پاس بیٹھ کر کتنا وقت گزارتے ہو؟ اب تو نوجوان صحافی بہت پریشان ہو گیا اور نیچے میز پر رکھے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ استاد نے پوچھا کبھی تم نے باپ کے ساتھ ناشتہ لنچ یا ڈنر بھی کیا ہے؟ کبھی آپ نے ابو سے پوچھا وہ کیسے ہیں؟ کبھی تم نے باپ سے دریافت کیا کہ تمھاری ماں کے مرنے کے بعد اس کے دن کیسے گزر رہے ہیں؟

اب تو انٹرویو کرنے والے صحافی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو برسنے لگے استاد نے صحافی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بھائی پریشان شرمندہ مایوس یا اُداس ہونے کی ضرورت نہیں مجھے افسوس ہے کہ میں نے بے خبری میں تمھیں ہرٹ کیا اور دکھ پہنچایا لیکن میں کیا کرتا مجھے آپ کے سوال Contact اور Connection کا جواب دینا تھا۔ اب سنو۔ ان دو لفظوں کا فرق یہ ہے کہ تمھارا contact یا رابطہ تو تمھارے ابو سے ہے مگر connection یا تعلق ابو سے نہیں رہا یا کمزور ہے کیونکہ تعلق یا کنکشن دلوں کے درمیان ہوتا ہے جب کنکشن یا تعلق ہوتا ہے تو آپ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں۔ ہاتھ ملاتے گلے سے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام خوشی خوشی سرانجام دیتے ہیں۔

جیسے ایک معصوم بچے کی ماں اس کو سینے سے لگاتی ہے، چومتی ہے بغیر مانگے دودھ پلاتی ہے اس کی گرمی سردی کا خیال رکھتی ہے جب وہ چلنا شروع کرتا ہے تو سائے کی طرح اس کے پاس رہتی ہے تاکہ وہ گر نہ جائے کوئی غلط چیز نہ کھالے گر پڑے تو اس بچے کو گلے سے لگا کر چپ کراتی ہے۔

تو میرے پیارے شاگرد آپ کے باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ صرف contact یا رابطہ ہے مگر آپ کے درمیان connection یا تعلق نہیں ہے۔ نوجوان صحافی نے اپنے آنسو رومال سے صاف کئے اور استاد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا سر آپ نے مجھے آج ایک بہت بڑا سبق پڑھا دیا جو زندگی بھر نہیں بھولے گا۔ آج ہمارے معاشرے کا یہی حال ہے کہ ہمارے آپس میں بڑے رابطے ہیں مگر کنکشن بالکل نہیں۔ آج فیس بک پر ہمارے پانچ ہزار فرینڈز ہیں مگر حقیقی زندگی میں ایک بھی نہیں۔ آج ہم صبح سویرے سینکڑوں دوستوں کو گڈ مارننگ کہہ کر بغیر خوشبو کے پھول بھیجتے ہیں حقیقی زندگی میں ایک پھول کی پتی بھی نہیں ملتی آج ہم تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور کاغذ کے بے خوشبو پھولوں کی تصویروں سے دل بہلاتے ہیں۔ کسی عزیز کے بچھڑنے پہ چند تعزیتی الفاظ اور رشتوں کے سارے تقاضے

پورے کر کے ہم سرخرو ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

Copied ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں۔ ہاتھ ملاتے گلے سے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام خوشی خوشی سرانجام دیتے ہیں۔

جیسے ایک معصوم بچے کی ماں اس کو سینے سے لگاتی ہے، چومتی ہے بغیر مانگے دودھ پلاتی ہے اس کی گرمی سردی کا خیال رکھتی ہے جب وہ چلنا شروع کرتا ہے تو سائے کی طرح اس کے پاس رہتی ہے تاکہ وہ گر نہ جائے کوئی غلط چیز نہ کھالے گر پڑے تو اس بچے کو گلے سے لگا کر چپ کراتی ہے۔

تو میرے پیارے شاگرد آپ کے باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ صرف contact یا رابطہ ہے مگر آپ کے درمیان connection یا تعلق نہیں ہے۔ نوجوان صحافی نے اپنے آنسو رومال سے صاف کیے اور استاد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا سر آپ نے مجھے آج ایک بہت بڑا سبق پڑھا دیا جو زندگی بھر نہیں بھولے گا۔ آج ہمارے معاشرے کا یہی حال ہے کہ ہمارے آپس میں بڑے رابطے ہیں مگر کنکشن بالکل نہیں۔ آج فیس بک پر ہمارے پانچ ہزار فرینڈز ہیں مگر حقیقی زندگی میں ایک بھی نہیں۔ آج ہم صبح سویرے سیکڑوں دوستوں کو گڈ مارننگ کہہ کر بغیر خوشبو کے پھول بھیجتے ہیں حقیقی زندگی میں ایک پھول کی پتی بھی نہیں ملتی آج ہم تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور کاغذ کے بے خوشبو پھولوں کی تصویروں سے دل بہلاتے ہیں۔ کسی عزیز کے بچھڑنے پہ چند تعزیتی الفاظ اور رشتوں کے سارے تقاضے پورے کر کے ہم سرخرو ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

امریکی اڈے اور عمران خان

(کالم بشکریہ خالد منہاس)

کابل ایئر پورٹ کی سکیورٹی پر بات چیت کر رہے ہیں تاکہ امریکی فوج کے انخلا کے وقت ترکی کی فوج کابل ایئر پورٹ کی سکیورٹی کو برقرار رکھے۔ امریکی افغانستان سے دم دبا کر بھاگ رہے ہیں اور ان کی خواہش یہ ہے کہ کسی طرح اس وار تھیٹر میں پاکستان کو شامل کر دیا جائے۔ پاکستان نے امریکہ اور طالبان کے درمیان معاہدہ کرانے میں اپنا کردار ادا کیا تھا اور پاکستان کو اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ افغانستان کے بعض اعلیٰ عہدیداروں کی جانب سے جب پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کی جاتی ہے تو سمجھ آ جانی چاہیے کہ ان بیانات کے ذریعے وہ اپنی فرسٹریشن نکال رہے ہیں کیونکہ یہ بات طے ہے کہ امریکہ کے نکلنے کے بعد ان کا والی وارث کوئی نہیں ہوگا۔ کیا امریکی انخلا کے بعد اشرف غنی اور ان کی فوج طالبان کا مقابلہ کر پائے گی۔ وہ دن بھی دور نہیں ہے جب یہ لوگ طالبان کے سامنے ہتھیار پھینکتے ہوئے نظر آئیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ افغانوں نے دنیا کی تین بڑی طاقتوں کو دھول چٹا دی ہے۔ پہلے انہوں نے برطانیہ کے ساتھ ٹکر لی اور برطانیہ کو منہ کی کھانا پڑی۔ سوویت یونین بھی بدمست ہو کر افغانستان میں اترا تھا اور اس جنگ کے نتیجہ میں اس کے حصے بخرے ہو گئے۔ امریکہ نے افعانستان پر اپنے کنٹرول کو مضبوط کرنے کی کوشش کی مگر ان کی حکومت بھی کابل اور چند مخصوص علاقوں تک ہی محدود رہی۔ امریکہ کے ہوتے ہوئے بھی افغانستان کے زیادہ تر حصوں پر طالبان کا قبضہ برقرار رہا۔ امریکی جب اس ملک کو سنبھال نہیں سکے تو اب انہیں اس بات کی کیا ضرورت پیش آ رہی ہے کہ وہ افغانستان سے نکل کر اپنے ڈیرے پاکستان میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ شکست ہوئی تو ہے تو اسے تسلیم کرو اور اپنی پشت کو سہلاتے ہوئے اپنے فوجیوں کو گھروں کو بھیجو کہ وہ وہاں جا کر اپنا نفسیاتی علاج کرائیں۔ یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ بار بار پاکستان کی طرف کیوں دیکھا جاتا ہے۔ پاکستان پر ہی کیوں دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ امریکی خواہشات کے سامنے سر خم تسلیم کرے۔ امریکی پنٹا گون اور حکومت نے جس طرح طوطا چشمی کا مظاہرہ ماضی میں کیا ہے اس کو دیکھ کر حکومت کو اپنے ٹھوس موقف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ اگر عمران خان نے اس دباؤ کو قبول نہیں کیا تو قوم اسے سلام کرے گی۔

میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ امریکی پاکستان کی طرف ہی کیوں دیکھ رہے ہیں؟ اس کی وجہ سادہ سی ہے کہ ہم ان کو اپنی خدمات پیش کرتے رہے ہیں۔ تبھی وہ برملا یہ کہتے ہیں کہ پاکستان پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے؟ عمران خان کے بیانات کے باوجود دل میں وسوسے بھی ہیں کہ یہ پاکستان ہی ہے جس نے ہمیشہ یہ انکار کیا کہ پاکستان کی سرزمین پر کوئی امریکی فوجی نہیں ہے اور نہ ہی پاکستان نے امریکہ کو کوئی فوجی اڈہ دے رکھا ہے مگر حقیقت میں امریکی پاکستان کے فوجی اڈوں کو استعمال کرتے رہے۔ یہ کام حالیہ دہائیوں میں بھی ہوا اور جب پاکستان بنا تو اس کے بعد ہی ہم نے امریکہ کو اپنے فوجی اڈے دیے۔

ان میں ایک بڈھ بیر کا اڈہ بھی تھا جسے اس وقت امریکہ نے سوویت یونین کی جاسوسی کے لیے استعمال کیا۔ اس اڈے کا انکشاف اس وقت ہوا جب سوویت یونین نے ایک امریکی جہاز کو مار گرایا اور اس کے پائلٹ کو گرفتار کر لیا۔ نائن الیون کے بعد پاکستان کی قیادت امریکیوں کے سامنے لیٹ گئی تھی۔ انہوں نے شمسی اور جیک آباد ائیر پورٹ کو بلا روک ٹوک استعمال کیا۔ کیا اس وقت بھی پاکستان نے یہ نہیں کہا تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر کوئی امریکی فوجی موجود نہیں ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بیرکوں کے بجائے سوتے بھی اپنے جہازوں میں ہو۔ فوجی ساز و سامان اور لاجسٹک کے لیے پشاور اور چک لالہ ایئرپورٹ بھی استعمال ہوتا رہا۔ گزشتہ ماہ وزیر خارجہ کا بیان سامنے آیا تھا کہ امریکہ کو فوجی اڈے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے بعد امریکیوں کی طرف سے بیان آیا کہ امریکی اڈوں کے حوالے سے پاکستان سے بات چیت جاری ہے۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ پاکستان فوجی اڈے نہیں دے گا تو مذاکرات کا ڈول کیوں ڈالا جاتا ہے۔ امریکہ نے ایک طرف پاکستان کو نان نیٹو اتحادی کا درجہ دیا اور اس کے تحت امریکی امداد بھی دی لیکن یہ امریکہ ہی ہے جس نے پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی۔ اب بھی فیٹف، آئی ایم ایف اور عالمی بنک کے ذریعے پاکستان کو دباؤ میں لانے کی کوششیں جاری ہیں۔ امریکی خطے پر نظر ڈالتے ہیں تو دور دور تک انہیں کوئی ایسا ملک دکھائی نہیں دیتا جہاں وہ اپنے قدم جما سکے۔ صرف بھارت رہ جاتا ہے جس کی سرحد افغانستان سے بہت دور ہے۔ یا پھر وہ قطر اور دبئی یا سعودی عرب میں بیٹھ کر کام کر سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی آنا چاہیے کہ آخر وہ کونسی انٹیلی جنس ہے جو وہ پاکستان میں بیٹھ کر اکٹھی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس کے کئی سیٹلائٹ مدار میں موجود ہیں اور وہ پاکستان کی ہر سڑک اور کونے کی خبر انہیں دے رہے ہیں تو پھر امریکہ کو اور کیا چاہیے۔ ویسے بھی امریکہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے سیٹلائٹ اتنے طاقتور ہیں کہ زمین پر پڑی سوئی کی تصاویر بھی لے سکتے ہیں تو ان سے کام لیں۔ کھلے سمندروں میں بسیرا کرے اور وہاں سے اپنی کارروائیوں کو جاری رکھیں۔ پاکستان کو اس جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ چند ارب ڈالر کے لالچ میں پاکستان افغانستان کے جنگ کو اپنے اندر لانے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ویسے بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان نے بہت نقصان اٹھایا ہے اب اس میں مزید نقصان برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ آخر میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ کہیں پہلے والا ڈراما پھر نہ دہرایا جائے۔ شمسی ایئربیس کی کہانی بھی سن لیں۔ پاکستان نے شمسی ایئربیس کو ابوظہبی کے شاہی خاندان کو استعمال کرنے کے لیے لیز پر دے دیا۔ شاہی خاندان کے یہ لوگ پاکستان میں شکار کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اب یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ کیا نائن الیون سے پہلے بھی یہ عرب شہزادے پاکستان میں شکار کرنے کے لیے آتے تھے یا یہ سلسلہ اس کے بعد شروع ہوا ہے۔

اکتوبر 2001ء کو ابوظہبی نے شمسی ایئربیس کو سی آئی اے اور امریکی ایئرفورس کو آگے ٹھیکے پر دے دیا۔ اس کے بعد امریکیوں نے اس فوجی اڈے کو افغانستان میں ڈرون حملوں کے لیے استعمال کیا۔ یہاں پر امریکی فوجیوں کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر کے لوگ بھی آپریشن میں حصہ لیتے رہے۔ امریکیوں نے یہاں پر ڈرونز کو رکھنے کے لیے اپنے ہینگرز اور فوجیوں کی رہائش کے لیے کالونی بھی تعمیر کی۔ ریمنڈ ڈیوس کے واقعہ پر ان سرگرمیوں کو بند کرنا پڑا تاہم امریکی اسے ایمرجنسی اور لاجسٹک سپورٹ کے لیے استعمال کرتے رہے تاہم سلالہ پوسٹ پر حملے کے بعد پاکستان نے امریکیوں نے اس فوجی اڈے کو خالی کرا لیا۔ اب اس طرح کی کسی لیز کی گنجائش باقی نہیں رہنی چاہیے۔ پاکستان اس خطے سے امریکیوں کو نکالنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے ہاں بھارت کو امریکی عزیز ہیں تو وہ انہیں اپنے ہاں اڈے فراہم کرے اسے کون روک سکتا ہے؟ چین، روس اور ایران ہماری طرف دیکھ رہا ہے کہ تاریخ کے ان نازک موڑ پر پاکستان کی قیادت کیا فیصلہ کرتی ہے؟ امریکیوں کے ڈومور کے مقابلے میں نومور کا جواب جانا چاہیے۔

عظیم شاعر، کہانی نویس، افسانہ نویس، کالم نگار، ادب پرست، درجنوں ایوارڈ یافتہ کتب کا خالق ۔ مسعود احمد چودھری

پیشکش: رانا عبدالرزاق خان

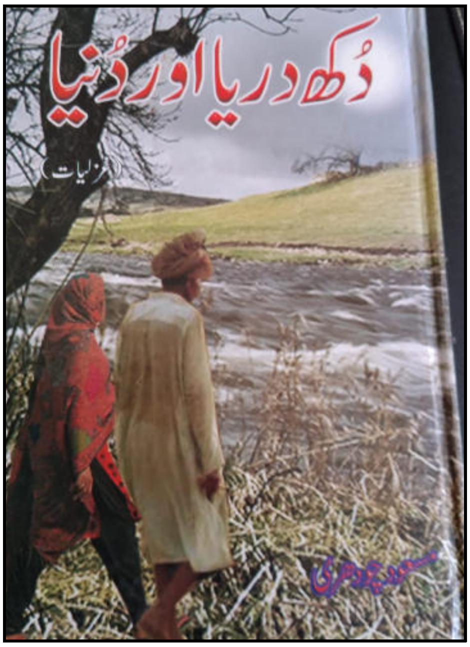

قلمی نام ۔مسعود چودھری۔تعلیم ۔ تاریخ پیدائش ۔ ۱۹۳۲ء سیالکوٹ۔تعلم: اسلامیات، سیاسیات، پنجابی، میں ایم اے کیا۔ایل ایل بی کے بعد پنجابی فاضل بھی کیا۔۳۵ سال پنجاب یونیورسٹی میں بطور سیکرٹری اکاؤنٹ گریڈ ۱۸ پر کام کیا۔ریٹائرڈ منٹ کے بعد پانچ سال ہائی کورٹ میں وکالت بھی کی ۔ پانچ سال اردو لا کالج لاہور میں تدریسی فرائض ادا کرتے رہے ۔ ادبی سفر۔سکول لائف سے بی اے کرنے تک اردو میں بعض اخبارات میں لکھتے رہے۔پھر ۱۹۶۲ سے باقاعدہ صرف پنجابی زبان میں نظمیں، غزلیں گیت، کہانیاں اورمضامین لکھتے رہے۔اب اردو پنجابی زبان کے علاوہ انگریزی، ہندی، فارسی، اور سائیکی میں بھی طبع آزمائی کی۔آج کل جرمنی میں مقیم ہیں ہمارے فورم قندیل شعروسخن انٹرنیشنل کے مشاعروں میں بھی تشریف لاتے رہے۔ماشاءاللہ صحت منداور سرگرم عمل ہیں۔

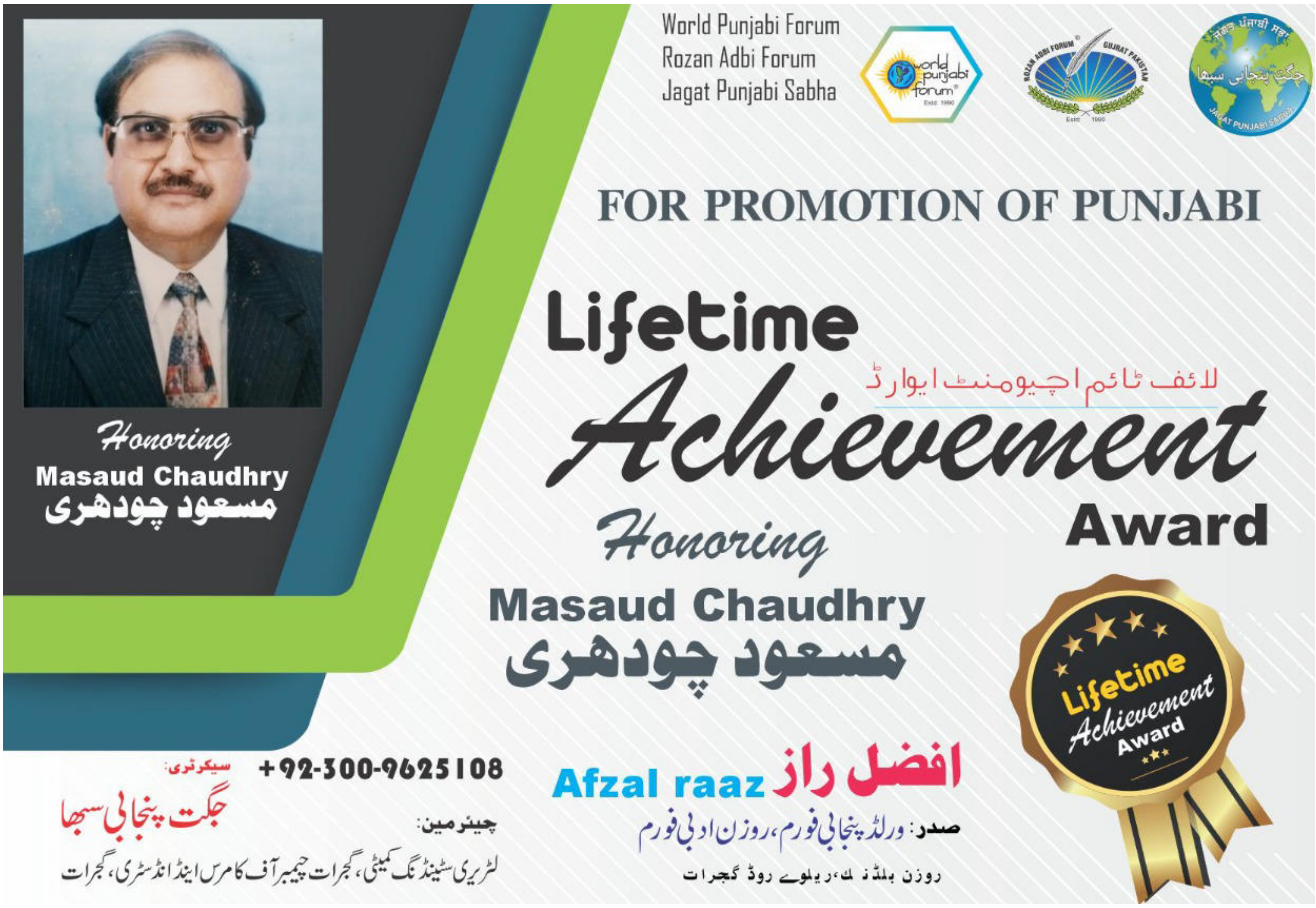

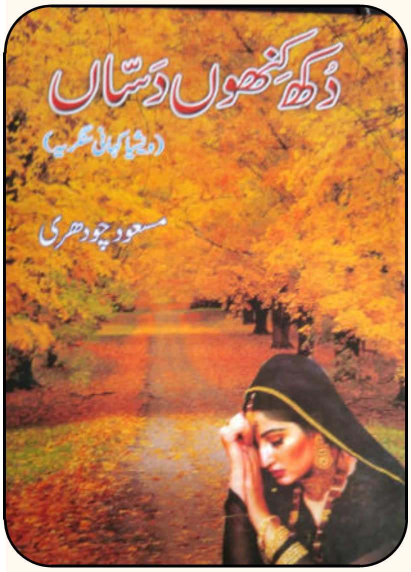

تحریر کردہ کتب کے نام:

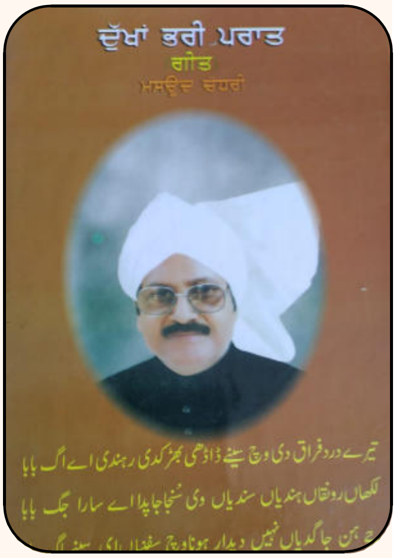

ا۔دھرتی دُکھ تے میں (غزلاں)۔روزن ادبی ایوارڈ یافتہ۔ ۲۔رانی اوس بازار دی (کہانیاں)۔مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔ ۳۔دُکھان دی برسات (نظماں)۔ہاشم شاہ ایوارڈ یافتہ۔سانجھ دُکھاں دی (نظماں)۔مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔ ۵۔دُکھاں دی پرات (گیت) ورلڈ پنجابی فورم فرسٹ ایوارڈ یافتہ)٦ ۔مسعود کھدر پوش ایوارڈ یافتہ۔ ٦۔ چڑھدے لہندے دُکھ (گورمکھی زبان میں کہانیاں شائع از بھارت) ۷۔دُکھ دریا اور دسہاً (اردو غزلیات) ساغر صدیقی میموریل ایوارڈ از بزم دوستانِ قلم) ۸۔دُکھ کنھوں دساں (کہانیاں) ورلڈ پنجابی فورم ایوارڈ یافتہ۔ ۹۔وَن سوّنے دُکھ (غزلاں) ۱۰۔عمروں لمے دُکھ (شاعری) ۱۱۔جھولی گھتے دُکھ (سرائیکی شاعری) ۱۲۔اپنا دُکھ۔(ناول) ۱۳۔مکھی سمسیاواں تے اوہناں دا سمادھان (تنقید و تحقیق برزبانِ ہندی) ۱۴۔Worldwide corruption research ۔۱۵۔یونیورسٹی آف دی پنجاب۔

لاہور کے پنجابی ڈیپارٹمنٹ نے سیشن ۲۰۰٦ تا ۲۰۰۸ میں ایم اے کا تھیسس مکمل کروایا ہے جس کا سرناواں ہے۔''مسعود چودھری۔حیاتی تے شاعری دا تجزیاتی مطالعہ'' ۲۷ مارچ ۲۰۲۱ کو ورلڈ پنجابی فورم انٹرنیشنل نے مسعود چودھری بیٹے محمود چودھری کو لائف ٹائم Achievement ایوارڈ عنایت فرمایا اور پچیس ہزار روپے کا چیک بھی دیا۔اسقدر ادب کی خدمت کرنے والے انسان کم ہی دیکھے گئے ہیں۔ان کا تعلق بھی سیالکوٹ کی مردم خیز سرزمین سے ہے۔خدا تعالیٰ ان کو ہر لحظہ صحت مند رکھے۔آمین۔

(موصوف کی کتابوں کے ٹائٹل صفحہ 41 پر ملاحظہ فرمائیں)

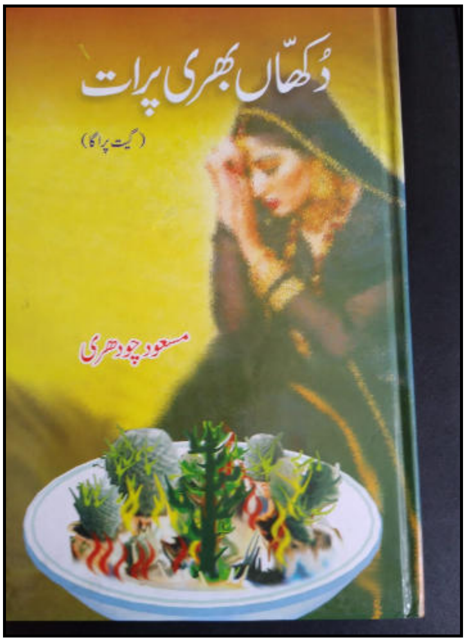
دُکھاں بھری پرات
(گیت پراگا)
مسعود چودھری

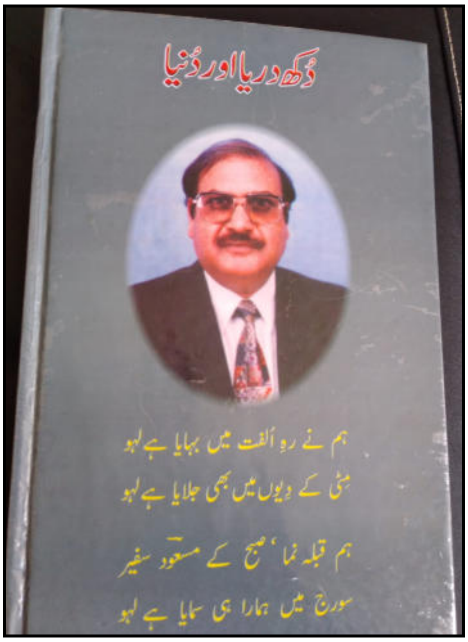
دُکھ دریا اور دُنیا
ہم نے رو اُلفت میں بہایا ہے لہو
مٹی کے دیوں میں بھی جلایا ہے لہو
ہم قبلہ نما، صبح کے مسعود سفیر
سورج میں ہمارا ہی سمایا ہے لہو

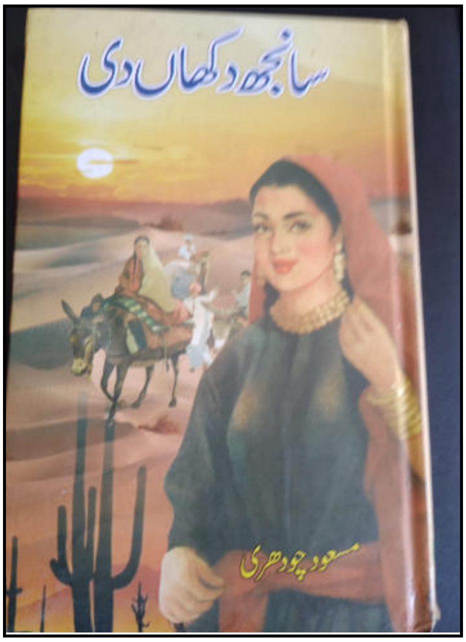
سانجھ دکھاں دی
مسعود چودھری

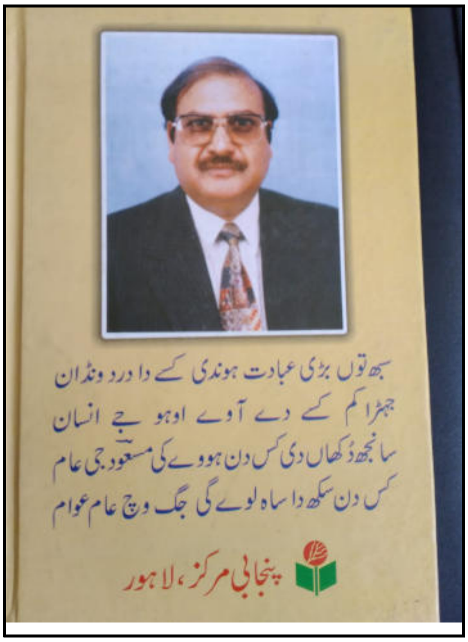
بھتوں بڑی عبادت ہوندی کسے دا درد ونڈان
جہڑا کم کسے دے آوے اوہو ہے انسان
سانجھ دُکھاں دی کس دن ہووے گی مسعود جی عام
کس دن سکھ دا ساہ لوے گی جگ وچ عام عوام
پنجابی مرکز، لاہور

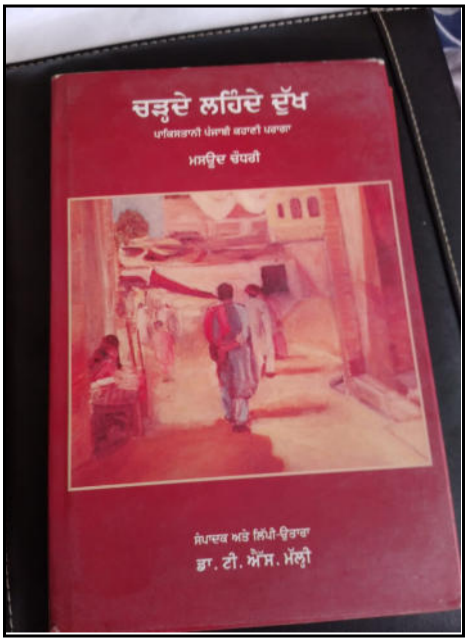
ਚੜ੍ਹਦੇ ਲਹਿੰਦੇ ਦੁੱਖ
ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਪੰਜਾਬੀ ਕਹਾਣੀ ਪਰਾਗਾ
ਮਸਊਦ ਚੌਧਰੀ
ਸੰਪਾਦਕ ਅਤੇ ਲਿਪੀ-ਉਤਾਰਾ
ਡਾ. ਟੀ. ਐੱਸ. ਮੱਲ੍ਹੀ

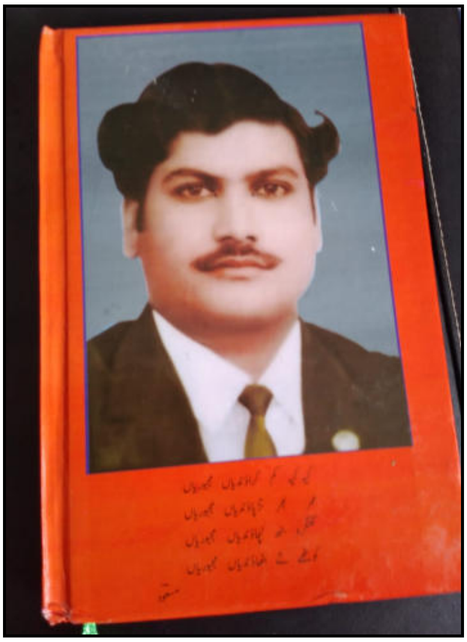

ਲੁਟੇਰੀ ਵੇਸ਼ਯਾ
(ਪਾਕਿਸਤਾਨੀ ਕਹਾਣੀਆਂ)
ਮਸਊਦ ਚੌਧਰੀ
ਲਿਪੀਅੰਤਰ

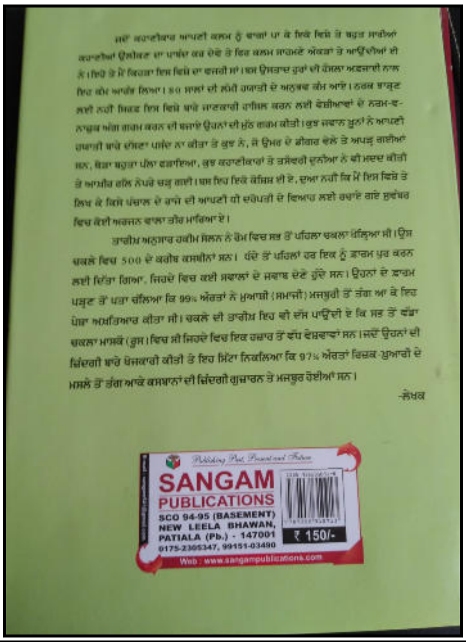
-ਲੇਖਕ
SANGAM
PUBLICATIONS
SCO 94-95 (BASEMENT)
NEW LEELA BHAWAN,
PATIALA (Pb.) - 147001
₹ 150/-

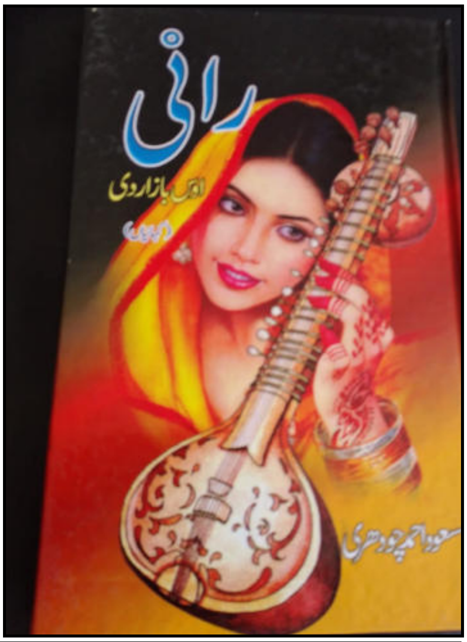
رانی
اِک بازار دی
مسعود احمد چودھری

برٹش انڈین آرمی کے میجر جنرل ہیکٹر پینٹ کی بیٹی شیلا آئرن پینٹ، ایک برطانوی خاتون جنھوں نے لکھنو یونیورسٹی سے گریجویٹ کیا۔

ان کی والدہ برہمن فیملی سے تھیں جنھوں نے کرسچن مذہب اختیار کیا تھا۔انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز بطور ٹیچر گوکھلے میموریل اسکول کلکتہ سے کیا۔1931 میں ماسٹرز کرنے کے بعد وہ اندر پرستھا کالج دہلی میں بطور اکنامک پروفیسر تعینات ہوئیں۔آپ جانتے ہیں یہ پاکستانی تاریخ کی کون سی مشہور ترین شخصیت تھیں؟ شیلہ آئرن پینٹ نے 1932ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم محترم لیاقت علی خان کے ساتھ شادی کی۔مسلمان ہونے کے بعدانہوں نے اپنا نام بیگم رعنالیاقت علی رکھ لیا۔یوں تو وہ بہت ہی عمدہ اخلاق اور اعلیٰ کرداری کی مالک تھیں لیکن ایک ایسا سچ جو بہت کم لوگوں کو شاید معلوم ہو وہ یہ کہ جب وہ پاکستان کی سفیر بن کر ہالینڈ گئیں تو ہالینڈ کی ملکہ ان کی بہت گہری دوست بن گئیں ان دونوں کی شامیں اکثر شطرنج کھیلتے ہوئے گزرتیں۔ایک دن ہالینڈ کی ملکہ نے ان سے کہا کہ اگر آج کی بازی تم جیت گئی تو میں اپنا ذاتی شاہی قلعہ تمہارے نام کردوں گی بیگم صاحبہ نے اس کی اس بات کو منظور کر لیا اور کچھ دیر بعد بیگم رعنا لیاقت علی شطرنج کی بازی جیت گئیں ملکہ نے وعدے کے مطابق شاہی قلعہ ان کے نام کر دیا۔ماضی کے اس سچے واقعے کا ایک حیرت انگیز اور خوشگوار پہلو یہ ہے کہ بطور سفیر ان کی وہاں ملازمت ختم ہوئی تو اپنے اس ذاتی قلعے کو انہوں نے پاکستانی سفارت خانے کو ہدیہ کر دیا۔آج بھی پاکستانی سفارتخانہ اسی شاہی قلعے میں واقع ہے۔میں نے جب یہ پورا واقعہ پڑھا تو بیگم صاحبہ کے کردار کا موازنہ عصر حاضر کے مشہور ومعروف سیاستدانوں سے کیا تو یہ بونے تو مجھے کسی قطار میں کھڑے نظر نہیں آئے اللہ تعالیٰ نے ماضی میں اس ملک کو ایسے زرخیز لوگ دیے تھے لیکن افسوس کہ آج پاکستانیوں نے ان کی قدر نہیں کی۔اللہ انکے درجات بلند فرمائے۔آمین

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

Looking for insurance?

For free advice call
Yasir Muhammad at **0203 468 2789**

Home/ Property	Business Fleet
Taxi Insurance	Shop Insurance
Car/ Van	Commercial Van
Life	Public Liability

www.londoninsure.co.uk
info@londoninsure.co.uk

LONDON INSURE

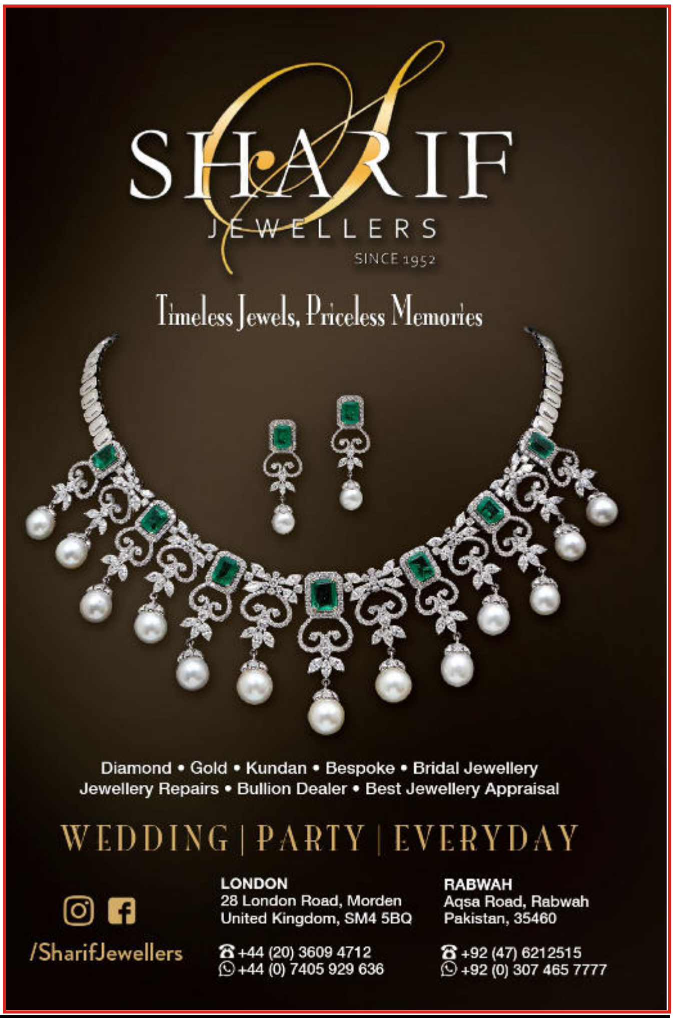

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دابراڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے
تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس
اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوورسٹیئرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ٹرائیبونل اپیل
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)